ثمینہ صدیقی

دسترخوان

بسکٹ چاکلیٹ اور آئس کریم کیساتھ

اشیاء: ——

دودھ —— تین چوتھائی پیالی

انڈا —— ایک عدد

میدہ —— ایک پیالی

بیکنگ پاوڈر —— ½ چائے کا چمچہ

چینی —— دو چائے کے چمچے

گھی —— ۲۰ گرام

آئس کریم —— ایک چھوٹا کپ

چاکلیٹ —— ۵۰ گرام

کریم —— ½ پیالی

مونگ پھلی —— پندرہ بیس دانے

ترکیب: انڈے کی سفیدی اور زردی علاحدہ علاحدہ کرلیں زردی میں دودھ ملا کر اسے پھینٹیں اور ایک جان کرکے پھر اس میں میدہ اچھان کر بیکنگ پاوڈر اور چینی بھی شامل کرلیں اور آہستہ آہستہ ان چیزوں کو دودھ اور زردی کے آمیزے میں حل کریں۔ مکھن اور پانی بالکل ٹھنڈا کرلیں اور ان سے دودھ کے آمیزے کو نرم اور پتلے آٹے کی طرح گوندھ لیں۔ بسکٹ کے سانچوں میں معمولی سا گھی لگاکر دو دو چمچے چائے کے یہ آمیزے ڈالیں۔ انڈے کی سفیدی خوب اچھی طرح پھینٹ لیں اور سانچوں میں آمیزے کے اوپر ڈال دیں' اب سانچوں کو ڈھانپ لیں اور تین سے پانچ منٹ تک چولھے پر رکھیں۔ جب ان بسکٹوں کی رنگت سنہری ہوجائے انھیں پلیٹ میں نکال کر ٹھنڈا کریں۔ آئس کریم اور چاکلیٹ ساس کے ساتھ بہت خوش ذائقہ لگیں گے۔

چاکلیٹ ساس بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پانچ سو گرام چاکلیٹ کا ایک پیکٹ لیں اس میں کریم اور تھوڑا سا کھولتا ہوا پانی ڈال کر چمچے سے ہلائیں تو چاکلیٹ پگھل جائے گی اور کریم میں یکجان ہوجائے گی! اس میں مونگ پھلی کچل کر ڈال دیں چاکلیٹ ساس تیار ہے۔

کیلے کا میٹھا

اشیاء: ——

کیلے —— دو عدد

موسمی یا کینو —— چار عدد

کشمش —— ۱۲ عدد

انڈے کی سفیدی —— ایک عدد

چینی —— چائے کے ۲ چمچے

ترکیب: کیلوں کے باریک باریک ٹکڑے کاٹ لیں موسمی یا کینو کا عرق نکالیں اگر آپ کو موسمی یا کینو کے چھلکوں کی کڑواہٹ اچھی لگتی ہے تو چھلکوں کو باریک کاٹ لیں یا پھر دو کینو یا موسمی کا گودا نکال لیں اب کیلوں کے ٹکڑوں میں کینوں کا عرق گودا یا چھلکے اور کشمش ملادیں اور اوون ڈش میں ان چیزوں کو ڈال دیں۔ انڈے کی سفیدی اچھی طرح پھینٹ لیں۔ جب سفیدی صرف جھاگ کی شکل میں رہ جائے تو اس میں چینی ملاکر مزید پھینٹیں تاکہ چینی حل ہوجائے انڈے اور چینی کے آمیزے کو کیلوں کے ٹکڑوں کے اوپر ڈال دیں اور اوون میں اسے رکھ دیں دس منٹ بعد اوون کو کھول کر دیکھیں اگر اوپر سے یہ سنہری رنگت اختیار کر جائے تو باہر نکال لیں اور ٹھنڈا یا گرم جس طرح چاہیں پیش کریں۔ بہت عمدہ میٹھا بنے گا۔

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد

6/-

LW/NP 58 **RIZWAN** R.N. 2416/57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406

حدیث کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کا سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی رح

زادِ سفر

یہ کتاب

بہترین مصلح مربی اور مرشد کا کام کرتی ہے

ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر

احادیث ہیں ذیلی عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت

کرتے ہیں۔ بہترین کتابت

فوٹو آفسیٹ کی طباعت

مترجمہ

محترمہ امۃ اللہ تسنیم (مرحومہ)

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ (یوپی) ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۰ | اپریل سنہ ۱۹۹۶ء | شمارہ نمبر ۴

٢٢١٢
١٢٠٥٣٦

Ph. 270406

ایڈیٹر: ـــــ محمد حمزہ حسنی

معاونین: ـــــ اُمامہ حسنی ❊ میمونہ حسنی
اسحٰق حسینی ندوی ❊ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

- ★ برائے ہندوستان: ـــــ ۷۰ روپے
- ★ غیر ملکی ہوائی ڈاک: ـــــ ۲۵ امریکی ڈالر
- ★ فی شمارہ: ـــــ ۶ روپے

نوٹ: ڈرافٹ پر "RIZWAN MONTHLY" لکھیں۔

ماہنامہ رضوان، ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
کتاب ہدایت	مولانا محمد منظور نعمانی	۴
حدیث کی روشنی	مولانا محمد منظور نعمانی	۶
اسوہ صحابہؓ	مولانا عبد السلام ندوی	۷
مقصد حیات	مولانا محمد یوسفؒ لدھیانوی	۹
خواتین کی علمی خدمات	حکیم محمد اسلم صدیقی	۱۴
میری عظیم ماں	لالۂ صحرائی	۱۷
قربانی کے فضائل	فضل کریم	۲۱
مسلمان عورت	السیدہ نعمۃ	۲۷
عشرۂ ذی الحجہ	قاری عنایت الرحمان	۳۵
سوال جواب	محمد طارق ندوی	۳۷
دسترخوان	ثمینہ صدیقی	۴۰

اپنی بہنوں سے

اسلام میں صبر کی بڑی اہمیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ بات پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ صبر کے کیا فائدے ہیں، صبر کی کیا اہمیت ہے اور ایک اچھی سوسائٹی اور مثالی معاشرہ کے قائم رہنے کے لیے صبر کتنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے ایمان والو صبر کرو اور تھام رکھو ایک دوسرے کو اور عبادت میں دل لگائے رکھو۔" اس آیت شریف میں ایمان والوں کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

اس آیت شریف میں خداوند کریم نے صبر کا ثواب اور اس کا اجر بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے حساب اجر دیا جائے گا، اس انعام اور اس ثواب کا ہماری عقلیں اندازہ نہیں کر سکتیں، اللہ ہم کو بھی صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

صرف قرآن مجید ہی میں نہیں بلکہ احادیث نبوی میں بھی صبر کی فضیلت، اہمیت اور اس کا اجر بیان ہوا ہے اور اس بارے میں بکثرت احادیث آئی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"حضرت صہیب بن سنانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی خوب ہے یہ مومن ہی کی خصوصیت ہے کہ جب اس کو خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا۔ جب مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ (مسلم)

عمل کسوٹی ہے! کوئی شخص کسی کو نصیحت کرتا ہے وعظ کہتا ہے کسی نیک عمل یا اچھی بات کی تلقین کرتا ہے اور جب وہی چیز اس پر آتی ہے تو تمام نصائح سے بے نیاز ہو کر اپنے دل کا کہا کرتا ہے تو اس کی اس نصیحت اور وعظ سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ بگڑ جاتا ہے کسی بھی اصلاح کرنے سے پہلے اپنی اصلاح کرنی ضروری ہے کسی بات کی نصیحت کرنے سے پہلے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ عمل کسوٹی ہے۔ فدا ہوں ہمارے ماں باپ اس ذات گرامی پر جو علم و عمل کا جامع اور جتنا کہتا اس سے زیادہ پر عمل کرنے والا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و استقامت کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں ملتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا قریب مرگ ہے، آپ تشریف لے آئیے، آپ نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کا اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے، صبر کرو اور اجر طلب کرو، انھوں نے درخواست کی کہ آپ ضرور تشریف لائیے (باقی صفحہ ۱۳ پر)

مولانا محمد منظور نعمانی

آخرت

قرآن مجید کی اس دوسری دلیل کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مادی چیز کے بھی کچھ خواص اور آثار ہیں مثلاً آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت ہے، پانی میں ٹھنڈک اور بجھانے کی خاصیت ہے، زمین سے اُگنے والی ہر جڑی بوٹی میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے حتیٰ کہ زمین کے کیڑے مکوڑوں میں بھی کچھ خواص ہیں، اور اسی طرح انسان کے ہر مادی عمل اور ہر حیوانی فعل کے بھی آثار اور نتائج ہوتے ہیں مثلاً کھانا کھانے سے پیٹ بھرتا ہے اور بھوک جاتی ہے، پانی پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور پیاس دفع ہوتی ہے، دوڑنے بھاگنے سے آدمی تھکتا ہے اور جسم سے پسینہ نکلتا ہے، سخت چیز کھانے سے پیٹ میں درد ہوتا ہے، دست آور چیز کھانے سے دست آجاتے ہیں ــــ پس ضروری ہے کہ انسان کے اچھے یا برے اخلاقی اعمال (جو مادی اعمال و افعال سے یقیناً زیادہ اہم اور دور رس ہیں) ان کے بھی کچھ آثار اور نتائج ہوں، مثلاً ایک شخص ہے جو خود بھوکا رہ کر دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، مشقت اٹھا کے اور دور دراز سے پانی لا کر پیاسوں کو پانی پلاتا ہے، غریبوں کمزوروں کی خدمت کرتا ہے، مریضوں کی تیمار داری کرتا ہے اور اس دنیا میں اپنی اس نیکو کاری اور مخلصانہ خدمت گزاری سے کوئی نفع نہیں اٹھاتا تو ہماری عقل کا تقاضا ہے کہ اس کی یہ بلند ترین اخلاقی نیکیاں بے اثر اور بے نتیجہ نہ رہیں اور ان کا جو نتیجہ یا اثر ہونا چاہیئے وہ کبھی نہ کبھی ظہور میں ضرور آئے۔ اسی طرح جو شخص مثلاً جیب تراشی اور چوری کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے یا جو جلاد دوسروں پر ظلم کرتا ہے، ان کے حقوق غصب کرتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، کمزور پڑوسیوں کو ستاتا ہے، یا اسی قسم کی دوسری اخلاقی بداعمالیاں کرتا ہے اور اس دنیا میں اس کی ان بدکاریوں کا کوئی اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو اس شخص کے بارے میں بھی ہماری عقل پورے یقین کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے کہ اس کی ان بدمعاشیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہونا چاہیئے اور اس کو ان کا خمیازہ بھگتنا چاہیئے عقل سلیم اس کو کسی طرح نہیں قبول کر سکتی کہ اشرف المخلوقات انسان جو اس کائنات میں سب سے زیادہ ذمہ دار مخلوق ہے (بلکہ وہی اصل مقصود ہے اور باقی جو کچھ ہے یہ سب اسی کے لیے ہے) اس کے ایسے ایسے اہم اور دور رس اچھے یا برے اعمال کا کوئی بھی اثر اور کوئی بھی نتیجہ نہ ہو اگر ایسا ہو تو یہ اس عالم کی فطرت اور اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے بالکل خلاف ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے۔

سورہ جاثیہ کی جو آیت ابھی اوپر تلاوت کی گئی ہے، اس سے بالکل متصل آیت ہے:

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (جاثیہ ع ۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو (اور یہاں کی ہر چیز کو) صحیح اور حکیمانہ اصول پر پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان پر ذرا ظلم

نہ کیا جاوے گا۔

آخرت کے بارے میں جاہلانہ و احمقانہ شبہات اور شیطانی وساوس

قرآن مجید نے ایک طرف تو آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے پر روشنی ڈالی اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی اور دوسری طرف ان جاہلانہ اور احمقانہ شبہات و وساوس کو صاف کیا جو کم غور و فکر کرنے والے عام ذہنوں میں آخرت کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں یا ایمان اور حق کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے شیاطین ان کو پھیلاتے ہیں اور ان کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

قرآن پاک نے جا بجا منکرین کے ان شبہات و وساوس کو نقل بھی کیا ہے اور پھر اپنے خاص اطمینان آفریں انداز میں ان کے ایسے جوابات دیے ہیں اور آخرت کو سمجھانے کے لیے ایسے شواہد و نظائر پیش کیے ہیں کہ دل بالکل مطمئن ہو جاتا ہے اور کسی بھی صاحب عقل کے لیے انکار یا استبعاد کی گنجائش نہیں رہتی۔

آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور اور پرانا شبہ وہی استبعاد کا (یعنی سمجھ میں نہ آنے کا، اور کسی مُردے کو اس دنیا میں زندہ ہوتے ہوئے نہ دیکھنے کا) شبہ ہے جس کو زمانۂ نزول قرآن میں عرب کے منکرین آخرت بھی بار بار دہراتے تھے اور ان سے پہلے اور ان کے بعد کے منکرین بھی زیادہ تر اسی کو پیش کرتے رہے ہیں ـــ قرآن مجید اپنے زمانہ کے منکرین کے متعلق کہتا ہے:

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ. قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ.

(مومنون ع ۵)

بلکہ انھوں نے بالکل ویسی ہی اور وہی بات کہی جو ان سے اگلے منکرین نے کہی تھی انھوں نے کہا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور (زمین میں دفن ہونے کے بعد) ہم مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر ہو جائیں گے تو کیا ہم اس کے بعد پھر زندہ کیے جائیں گے (یعنی یہ بات تو کسی طرح سمجھ میں آنے والی نہیں ہے نہ دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے)

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَاۤؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝

(نمل ع ۶)

اور منکروں نے کہا کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے آباء و اجداد (جو پہلے مر کر مٹی ہو چکے ہیں) تو کیا ہم سب پھر سے پیدا کیے جائیں گے۔

ایک اور موقع پر ان ہی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ ـــ (ق ع ۱)

کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے (تو اس کے بعد ہم کو دوبارہ زندگی دی جائیگی) یہ واپسی یعنی دوبارہ زندگی تو بہت بعید ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آخرت کا انکار کرنے والوں کے پاس اس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے یعنی کسی دلیل اور برہان سے وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آخرت (جس کی اطلاع اللہ کے پیغمبروں نے اور اس کی کتابوں نے دی ہے) وہ ناممکن اور محال ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں وہ بس یہی ہے کہ مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا بہت مستبعد ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے اور ہم نے کبھی ایسا ہوتے نہیں دیکھا، لیکن جس شخص نے اللہ کو اور اس کی صفات اور خاص کر اس کی وسیع قدرت کو کچھ جان لیا ہو اور اس کارخانۂ ہستی میں کچھ غور و فکر کیا ہو اس کے نزدیک یہ بات سراسر جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔

قرآن مجید نے بھی ان منکرین کو سمجھانے کے لیے یہی آسان طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان کو بتلایا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کو بہت بڑی اور بہت مشکل بات سمجھتے ہو اور صرف اسی لیے تم اس سے انکار کرتے ہو، بیشک وہ بہت بڑی بات ہے، لیکن

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

سوال سے متعلق

مولانا محمد منظور نعمانی

سوال کرنا ہی پڑے تو نیک بندوں سے کرو

ابن الفراسی تابعی اپنے والد فراسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اپنی ضرورت کے لیے لوگوں سے سوال کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (جہاں تک ہو سکے) سوال نہ کرو، اور اگر تم سوال کے لیے مجبور ہی ہو جاؤ تو اللہ کے نیک بندوں سے سوال کرو

بندوں سے مانگنے پر بھی مستقل نجات نہیں ملتی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو کوئی سخت حاجت پیش آئے اور اس نے اسے بندوں کے سامنے رکھا اور ان سے مدد چاہی، تو اسے اس مصیبت سے مستقل نجات نہیں ملے گی اور جس آدمی نے اسے اللہ کے سامنے رکھا اور اس سے دعا کی پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کی یہ حاجت ختم کردے گا یا جلدی موت دے کر (اگر اس کی موت کا مقررہ وقت آگیا ہو) یا کچھ تاخیر سے خوشحالی دے کر۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

اللہ ہی سے مانگنے والے کے لیے جنت کی ضمانت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا جو مجھ سے اس بات کا عہد کرے کہ وہ اللہ کے بندوں سے کوئی حاجت نہ مانگے گا تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت کرتا ہوں۔

ثوبان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت میں یہ عہد کرتا ہوں راوی کا بیان ہے کہ اس وجہ سے حضرت ثوبان کا یہ دستور تھا کہ وہ کسی آدمی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

بے مانگے ملے تو لے لو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مجھے کچھ عطا فرماتے تھے تو میں عرض کرتا تھا کہ حضرت! کسی ایسے آدمی کو دیدیجیے جس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہو تو آپ فرماتے کہ عمر اس کو لے لو اور اپنی ملکیت بنا لو (پھر جو چاہو تو) صدقہ کے طور پر کسی حاجت مند کو دے دو۔ (اور اپنا اصول بنا لو) کہ جب کوئی مال تمھیں اس طرح ملے کہ نہ تو تم نے اس کے لیے سوال کیا ہو اور نہ تمھارے دل میں اس کی چاہت اور طمع ہو (تو اس کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر) لے لیا کرو اور جو مال اس طرح تمھارے پاس نہ آئے تو اس کی طرف توجہ بھی نہ کرو۔ (صحیح بخاری و مسلم)

محنت کا کھانا مانگنے کی ذلت سے بہتر ہے

حضرت زبیر بن عوام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کے لائے اور بیچے اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچالے اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے خواہ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔ (صحیح بخاری)

علم تصوف

اجزائے تصوف کی بے اعتدالی

ان ظاہری یادگاروں کے علاوہ تصوف کے باطنی قوام میں بھی جو غیر معتدل تخلخل پیدا ہوا وہ دور صحابہ کے بعد ہوا خود صحابہ کرامؓ کی ذات اگرچہ تصوف کے تمام عناصر کا مجموعہ تھی تاہم ان میں کسی عنصر کی خاصیت حد اعتدال سے آگے نہیں بڑھنے پائی تھی علامہ ابن تیمیہ نے صوفیوں کی جو مخالفت کی ہے وہ انہی عناصر کے غیر معتدل خواص و کیفیات کی بنا پر کی ہے ورنہ ان کو تصوف کے حقیقی اجزاء سے کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ اپنے فتاوے کے مختلف مقامات میں اس پر تفصیلی بحثیں کی ہیں اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی کبھی جمع ہوتے تھے اور کسی سے قرأت کی فرمائش کرتے تھے اور باقی لوگ سنتے تھے، حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اے ابوموسیٰ ہم کو ہمارے خدا کو یاد دلاؤ تو وہ پڑھتے تھے اور وہ لوگ سنتے تھے بعض صحابہ کہتے تھے کہ آؤ بیٹھ کر کچھ دیر کے لیے ایمان لائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ کئی بار نفل باجماعت پڑھی اور اہل صفہ کے پاس آئے، ان میں ایک قاری پڑھ رہا تھا آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور سنتے رہے، سماع اور ذکر شروع کے وقت دل میں جو خوف پیدا ہوتا ہے آنکھوں سے جو آنسو جاری ہو جاتے ہیں بدن کے جو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ کتاب و سنت کی تصریحات کے موافق بہترین اوصاف ہیں، لیکن سخت بے چینی، غشی، موت اور چیخ پکار کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی شخص مجذوب ہو تو اس کو کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ تابعین اور ان کے بعد لوگوں میں اس کا منشا یہ تھا کہ قلب پر ایک قوت دھکا پہنچاتی تھی اور خود ان کا دل اور ان کی طاقت اس حملے کو برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ لیکن اس حالت میں تمکن و ثبات جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا حال تھا افضل ہے البتہ زبردستی سکون و وقار پیدا کرنا بھی برا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جس سماع سے دل کی اصلاح ہوسکتی ہے، وہ کتاب اللہ کا سماع ہے لیکن بعض فرقوں نے اس سماع کو بھلا کر قصائد سننا شروع کیے تالیاں بجانے لگے اور الاپنا شروع کیا جو کفار کی سیٹی بجانے سے مشابہ ہے جس کی خدا نے برائی بیان کی ہے۔"

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

فنا کی تین قسمیں ہیں جن میں ایک قسم کا ملترین انبیاء اور اولیاء دوسری قسم کو متوسط درجے کے اولیاء اور صلحاء اور تیسری قسم کو منافقین، ملحدین اور مشبھین نے اختیار کیا ہے، پہلی قسم کی فنا ارادہ ماسوی اللہ میں اس طرح فنا ہو جانا ہے کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کی محبت کسی دوسرے کی عبادت کسی دوسرے پر توکل اور کسی دوسرے کی تلاش نہ ہو شیخ ابویزید کے اس قول کا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بجز اس چیز کے جس کو وہ چاہتا ہے دوسری چیز کو نہ چاہوں یہی مطلب ہے قرآن مجید کی اس آیت میں الا من اتی اللہ بقلب سلیم میں سلیم سے مراد یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے، ماسوائے عبادۃ اللہ سے، ماسوائے ارادۃ اللہ سے، ماسوائے محبت اللہ سے محفوظ ہو، بہر حال

اگر اسی کا نام فنا ہے تو یہ اسلام کا اول بھی ہے آخر بھی، دین کا باطن بھی ہے اور ظاہر بھی۔

دوسری قسم کی فنا کا منشا یہ ہے کہ ما سوا کے شہود سے فنا ہو اور جن سالکین کا کر ورد دل خدا کے ذکر، خدا کی عبادت اور خدا کی محبت کی طرف کھنچ جاتا ہے ان کو فنا کا یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ خدا کے سوا نہ کسی دوسری چیز کو دیکھتے اور نہ کوئی دوسری چیز ان کے دل میں کھٹکتی ہے اس آیت میں واصبح فواد ام موسیٰ فارغا میں ان کے نزدیک فارغ سے یہ مراد ہے کہ موسیٰ کی ماں کا دل موسیٰ کی یاد کے سوا ہر چیز سے خالی تھا، یہی وہ مقام ہے جہاں ایک قوم کے پاؤں ڈگمگا گئے ہیں اور اس نے یہ خیال قائم کر لیا ہے کہ یہ اتحاد ہے اور عاشق معشوق کے ساتھ اس قدر متحد ہو گیا ہے کہ دونوں کے وجود میں کوئی فرق نہیں رہا لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ خدا کے ساتھ کوئی چیز متحد نہیں ہو سکتی۔ بہرحال فنا کا یہ درجہ نقصان سے خالی نہیں اور اکابر اولیا، مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور مہاجرین اولین اور انصار نے بھی اس درجہ کو اختیار نہیں کیا، یہ درجہ صحابہ کے بعد پیدا ہوا! اسی طرح تصوف کے وہ تمام مدارج جس میں عقل و تمیز گم ہو جائے صحابہؓ کے بعد پیدا ہوئے کیونکہ مدارج ایمانیہ میں صحابہ کرام کامل ترین، قوی ترین راسخ ترین تھے، جنون غشی، بیخودی اور وارفتگی کا ان کے پاس گزر نہیں ہو سکتا تھا۔ ان چیزوں کی ابتدا بصرہ کے عبادت گزار تابعین سے ہوئی کیونکہ انہی میں وہ لوگ تھے جن پر قرآن کے سننے سے غشی طاری ہو جاتی تھی اور انہی میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اس حالت میں مر جاتے تھے مثلاً ابو جہیر الضریر اور زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہ، شیوخ صوفیہ میں بعض لوگوں نے اسی عالم میں بعض باتیں ایسی کہہ دی ہیں کہ اگر وہ ہوش میں ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ انھوں نے غلطی کی ہے مثلاً ابویزید، ابوالحسن نوری، ابوبکر شبلی وغیرہ سے اس قسم کے اقوال مذکور ہیں لیکن ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، فضیل بن عیاض بلکہ جنید وغیرہ کے ہوش و حواس بھی ہمیشہ صحیح رہتے تھے اور وہ فنا کے اس گرداب میں نہیں پڑتے تھے بلکہ یہ لوگ وسعت علم اور صحت تمیز کی بنا پر ہر چیز کو اس کی اصلی حالت میں دیکھتے تھے اور ان کو نظر آتا تھا کہ تمام مخلوقات حکم خداوندی سے قائم ہیں، اس کی مشیت کے ساتھ وابستہ ہیں بلکہ اس کے سامنے سر نیاز خم کیے ہوئے ہیں اس لیے ان کو اس سے بصیرت حاصل ہوتی تھی اور خلوص توحید اور عبادت کا جو جذبہ ان کے دل کے اندر تھا ان کو ان چیزوں سے اور مدد ملتی تھی قرآن مجید نے اسی حقیقت کی دعوت دی ہے اور کامل ترین مومنین اور اہل عرفان نے اس کو محفوظ رکھا ہے، ہمارے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے امام اور ان سب میں کامل ترین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں اگرچہ آپ نے خدا کی بہت سی نشانیاں دیکھیں اور خدا نے آپ سے بہت کچھ سرگوشیاں کیں، بایں ہمہ آپ کے حالات میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا، اور آپ پر اس کا کوئی اثر نہیں طاری ہوا بخلاف اس کے حضرت موسیٰؑ پر ایک ہی جھلک میں غشی طاری ہو گئی۔

تیسری قسم کا فنا کا منشا یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہیں اور خالق کا وجود بعینہ مخلوق کا وجود ہے اس بنا پر خدا اور بندے میں کوئی فرق نہیں تو فنا کا یہ درجہ ان گمراہ لوگوں نے اختیار کیا ہے جو حلول و اتحاد میں پڑ گئے ہیں۔

اصطلاحات تصوف

تصوف کی موجودہ اصطلاحات میں بھی عہد نبوت اور عہد صحابہ تک کوئی اصطلاح نہیں قائم ہوئی لیکن اگر اس ظاہری لقب، اس رسمی خانقاہ، اس بے اعتدالی اور ان ظاہری اصطلاحات سے قطع نظر کر لی جائے تو تصوف کے تمام حقیقی اجزا خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

مقصد حیات

دنیا نہیں بلکہ آخرت

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا۔ عن ابى سعيد الخدرى قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيبا بعد العصر فلم يدع شيئا يكون الى قيام الساعة الا ذكره حفظه من حفظه و نسيه من نسيه وكان فيما قال ان الدنيا حلوة خضرة وان الله مستخلفكم فيها فناظر كيف تعملون۔

امابعد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ شریف، مشکوٰۃ شریف باب الامر بالمعروف میں منقول ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، قیامت تک جتنے اہم واقعات رونما ہونے والے تھے سب کے سب بیان کر دیے، کچھ بھی نہیں چھوڑا، جن کو یاد رہا ان کو یاد رہا اور جنھوں نے بھلا دیا انھوں نے بھلا دیا، اس خطبہ میں جو باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھیں ان میں سے چند باتیں یہ تھیں:

دنیا امتحان گاہ ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا بڑی میٹھی اور بڑی سرسبز ہے اور اللہ تمھیں اس میں خلیفہ بنا رہے ہیں یعنی پہلے لوگوں کا جانشین بنا رہے ہیں کہ ایک نسل چلی گئی، دوسری نسل اس کی جگہ آ گئی، پس اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم یہاں رہ کر کیا عمل کرتے ہو"۔ واقعی دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز ہے کہ ہر شخص کو اس کی رغبت ہے، یہاں کا مال و دولت، یہاں کی لذتیں اور راحتیں یہاں کا ساز و سامان ہر شخص کو مرغوب ہے اور وہ اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یوں ارشاد فرمایا ہے کہ برسات کے موسم میں زمین میں خوب سبزہ اگتا ہے اور زمین خوب سرسبز ہو جاتی ہے، نرم اور سرسبز چارہ جانوروں مویشیوں کو بہت بھاتا ہے اب جانور نے یہ سبزہ دیکھا تو اس کو کھانا شروع کر دیا، چونکہ بہت میٹھا سرسبز اور لذیذ تھا لہذا مسلسل کھاتا رہا یہاں تک کہ بدہضمی ہو گئی اور پیٹ پھول گیا اور تخمہ سے جانور مر گیا، اور ایک اور جانور وہ تھا جس نے ضرورت کے بقدر کھایا اور بقدر ضرورت کے بعد دھوپ میں چلا گیا جگالی کی اور اس کو ہضم کر لیا، ہضم کرنے کے بعد پھر اسی طرح کھانا شروع کر دیا۔ یعنی بقدر ضرورت کھایا، پھر ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ پس جو شخص حرص کے ساتھ کھاتا رہے اس کو جوع البقر کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے کہ کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے، یہ شخص دنیا کماتا چلا جائے گا اور سمیٹتا بھی چلا جائے گا اس جانور کی طرح ہلاک ہو جائے گا اس کا پیٹ پھٹ جائے گا اور اسے تخمہ ہو جائے گا۔ اور جو شخص اس کو حق کے ساتھ کرے اور جہاں اللہ نے اس کو خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے وہاں خرچ کرے تو وہ البتہ محفوظ رہے گا۔

یہ دنیا ایسی سرسبز ہے کہ آنکھوں کو ایسی بھاتی ہے کہ اس سے کسی کا جی نہیں بھرتا اور اس کو چھوڑنے کو کسی کا جی بھی نہیں چاہتا، یعنی! بڑی عمر ہو گئی ہے بڑھاپا آ گیا ہے اعضا، وقویٰ کمزور ہو گئے ہیں، دماغ اب سوچتا نہیں، آنکھیں دیکھتی نہیں، ٹانگیں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی ہیں معدہ ہضم نہیں کرتا، گردے کام نہیں کرتے، مثانہ کام نہیں کرتا، ظاہری اور باطنی قویٰ میں اختلال پیدا ہو گیا ہے چلو اب چھوڑو اس قصے کو اس مصیبت کے گھر کو چھوڑو اور اب آخرت کی فکر کرو، لیکن نہیں! کسی کا جی نہیں چاہے گا کہ اس کو چھوڑ دوں، پتا نہیں کہ اس میں کیا مٹھاس رکھی ہوئی ہے بڑی سرسبز ہے دل کو بھاتی ہے بلکہ لبھاتی ہے۔

دنیا کی مثال نقش و نگار والے سانپ کی ہے

شیخ عطارؒ فرماتے ہیں:

زہر دار در درون دنیا چوں مار
گرچہ بینی ظاہرش نقش و نگار
زہر ایں مار منقش قاتل است
باشد از وے دور ہر کو عاقل است

ترجمہ: یعنی دنیا کی مثال منقش سانپ کی سی ہے اوپر سے اس کی جلد بہت خوبصورت نظر آ رہی ہے نقش و نگار نظر آتے ہیں عقلمند آدمی اس کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ یہ سانپ بہت زہریلا سانپ، لیکن ایک نادان بچہ اس کو اس کی حقیقت کا پتہ نہیں وہ اس کے نقش و نگار کو دیکھ کر اس کو پکڑنے کی کوشش کرے گا، اسی لیے فرمایا کہ یہ دنیا ظاہر میں منقش ہے لیکن جو دانا اس کی حقیقت سے باخبر ہیں وہ اس کے زہر سے خوف زدہ ہیں، کہ ع "یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا"

امام غزالیؒ فرماتے ہیں دنیا اور دنیا والوں کی مثال سانپ اور سپیرے کی ہے جو اس کے دانت توڑ دیتا ہو یا اس کا تریاق جانتا ہو کہ اول تو وہ سانپ کے دانت توڑ دیتا ہے اور اس کو اس لائق ہی نہیں چھوڑتا کہ اسے کاٹ کھائے علاوہ ازیں اس کو معلوم ہے کہ اگر سانپ کاٹ لے تو اس کا یہ توڑ ہے اور اس کا یہ علاج ہے چنانچہ وہ سانپ کو کندھے پر اٹھائے پھرتا ہے سانپ اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ وہ اس کا تریاق جانتا ہے اور جو بے چارہ سانپ کا تریاق نہیں جانتا وہ اگر سانپ کو ہاتھ لگائے گا تو وہ اس کو کاٹ کھائے گا یہی مثال ہے دنیا کی اور دنیا والوں کی، جو لوگ اس کے دانت توڑ دیتے ہیں اور اس کا علاج جانتے ہیں ان کو یہ سانپ ضرر نہیں پہنچاتا لیکن جن لوگوں نے اس کا منتر نہیں سیکھا، اس کے دانت نہیں توڑے اور اس کے کاٹے کا علاج نہیں سیکھا وہ ان کو کاٹ کھائے گا۔ چنانچہ ہماری یہی حالت ہے نہ مال کمانے کا احکام سیکھے نہ اس کو رکھنے کے آداب کا علم حاصل کیا، یہ بھی نہیں معلوم کہ مال کو کہاں اور کس طرح خرچ کیا جائے، کہاں خرچ نہ کیا جائے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس دنیا نے ہمیں کاٹ کھایا، اور ہماری زندگی کے تمام اعضا میں اس کا زہر پھیل چکا ہے، اس کا زہر کیا ہے؟ آخرت سے غفلت، ہمیں بس ایک ہی بات یاد ہے کہ جی! بچوں کے لیے کمانا بھی تو فرض ہے! ہمیں بس یہی ایک فرض یاد رہا باقی سب کچھ بھول گئے!

حضرت جی مولانا محمد یوسف (امیر تبلیغ) ایک بار بیان فرما رہے تھے جوش میں آ گئے فرمانے لگے تمھیں کس نے کہا تھا کمانے کو؟ کہ دکانیں کھولو اور روٹی کماؤ؟ تم نے غلط سمجھا کہ کمانا بھی فرض ہے، جس طرح تم اندھا دھند کماتے ہو یہ فرض نہیں بلکہ حرام ہے، پہلے کمانے کا ڈھنگ سیکھو پھر روٹی کماؤ، حلال اور حرام، جائز و ناجائز کو پہچانو پھر کماؤ۔ حلال اور حرام کی تم کو تمیز نہیں، جائز اور ناجائز کی تم کو پرواہ نہیں، تو تمھارے لیے کمانا حلال ہی نہیں کہتے ہو کہ کمانا فرض ہے۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی ہے، اللہ جل شانہ پہلے لوگوں کو لے گئے، اور تمھیں ان کی جگہ لے آئے ہیں، یہاں تمھیں عیش اڑانے کے لیے نہیں لائے ہیں یہ نہیں کہ ذرا یہاں کھا پی لیں اور عیش اڑائیں، نہیں! بلکہ اس لیے لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہاں سے تم نے اگلے سفر کے لیے اعمال کا کیا توشہ لیا، تم نے یہاں رہ کر اپنے سے پہلے لوگوں کی حالت سے بھی کچھ عبرت حاصل کی ہے کہ نہیں؟ لیکن ہم میں اکثر ایسے ہیں جنھوں نے اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی، اللہ جل شانہ ہمیں معاف فرمائیں، ہماری اس غفلت کو معاف فرمائیں۔

زندگی کے پانچ دور

میرے بھائیو! یہ دنیا کی زندگی بہت مختصر سا وقفہ ہے جو تمھیں دیا گیا ہے آج کے اخبار میں آپ نے پڑھا ہو گا میں نے گورنر پنجاب کے نام خط لکھا ہے اس میں اسی کو ذکر کیا ہے کہ ماں کے پیٹ کا وقفہ، اس کے بعد دنیا کی زندگی کا وقفہ، پھر قبر میں رہنے کا وقفہ، پھر حشر کے میدان کا وقفہ، اس کے بعد ابدی زندگی جنت یا جہنم! یہ پانچ وقفے یا یوں کہو کہ تمھاری زندگی کی پانچ منزلیں ہیں، ماں کے پیٹ میں آئے تھے تو چار مہینہ تک تو پہلے پانی کی شکل میں رہے، پھر جمے ہوئے خون کی شکل میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں، پھر بے جان دھڑ کی شکل میں رہے جس کی کوئی قیمت ہی نہیں تھی، چار مہینے بعد روح ڈال دی گئی، اب تم انسان بن گئے، یہاں سے تمھاری زندگی شروع ہوئی لیکن ماں کے پیٹ کی یہ زندگی ایسی زندگی تھی کہ عقلاً اس کو زندگی ہی نہیں سمجھتے، کیسی تنگی اور تاریکی کی زندگی تھی؟ لیکن یہ نادان اسی زندگی پر مطمئن تھا، چنانچہ وہاں سے آتے ہوئے یہ رو رہا تھا اور یوں سمجھ رہا تھا کہ میرا جہان مجھ سے چھڑا رہے ہیں، میری زندگی مجھ سے چھین رہے ہیں۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ چیونٹی کے انڈے کے اندر جو بچہ ہے اس کے لیے انڈے کا خول ہی زمین و آسمان ہے اور وہ یوں سمجھتا ہے کہ اس سے بڑا آسمان اور زمین اس دنیا میں ہے ہی نہیں، نہ ہو سکتا ہے، بالکل یہی حال ہمارا یہاں دنیا کی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد ہوا، ہم نے یہاں آ کر زمین و آسمان کو دیکھا تو سمجھ لیا کہ اس سے بڑی دنیا ہو ہی نہیں سکتی، چنانچہ زندگی کے اگلے ادوار یعنی عالم برزخ عالم حشر اور جنت و دوزخ کو بھول بھال گئے، انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے جانشینوں نے ہمیں یاد دلایا کہ اس "بیضہ مور" (چیونٹی کے انڈے) میں دل نہ لگاؤ، اس زندگی کو زندگی سمجھ کر اگلی زندگی کو نہ بھول جاؤ، لیکن ہم نے اس زندگی کی ترقیات کو کافی سمجھ لیا اور جو حضرات اس زندگی سے منہ موڑ کر آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ ہونے کی تعلیم دیتے ہیں ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا، اچھی بات ہے کھاؤ کماؤ، ملاؤں کا مذاق اڑاؤ، کہ یہ کچھ نہیں کماتے کھاتے ڈگریاں حاصل نہیں کرتے، دنیا کی ترقیات سے روکتے ہیں، بہت جلد تم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ مذاق اڑانے کے لائق تھے یا تم خود بدولت اس لائق تھے کہ تمھارا مذاق اڑایا جائے؟ شب و روز ہمارے سامنے عبرت کے نمونے ظاہر ہوتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں عبرت نہیں ہوتی۔

دنیا کی ڈگریوں کا انجام

میرے پاس پرسوں ایک صاحب آئے کہنے لگے کہ امریکہ سے چھ لاشیں آ رہی ہیں تابوتوں کی شکل میں، تو کیا ان تابوتوں کو کھول کر دفن کیا جائے یا ایسے ہی (یعنی بغیر کھولے ہی دفن کیا جائے؟ میں نے کہا کہ اگر لاشیں کچھ اچھی حالت میں ہوں تو کھول کر دفن کیا جائے اور اگر اچھی حالت میں نہیں ہوں تو پھر ایسے ہی تابوت کے سمیت ہی دفن کر دی جائیں لیکن لاش کی بے حرمتی نہ کرو، وہ کہنے لگے ان چھ میں سے دو لاشیں سگے دو بھائیوں کی ہیں، ایک بھائی انجینئرنگ کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے لیے امریکہ گیا تھا اور دوسرے نے میڈیکل کی سب سے بڑی ڈگری حاصل کر لی تھی اور انگلستان کی حکومت نے اسے وہاں پر ملازمت دے دی تھی۔ یہ بھائی اس انجینئرنگ کرنے والے

بھائی کو ملنے امریکہ گیا تھا، بڑی اونچی تنخواہ تھی، بڑا اونچا عہدہ تھا، بڑی اعلیٰ اور بڑی اونچی تعلیم کی ڈگری تھی، بھائی سے ملنے امریکہ گیا تھا، دونوں بھائی کہیں گھومنے گئے، وہیں ختم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بس یہ ہی قیمت تھی ان ڈگریوں کی جن پر ناز کر رہے تھے؟ اس زندگی کی یہی قیمت تھی جس پر ناز کر رہے ہو؟ اور یہ بیچارے تو ابھی نوجوان ہی تھے دھر لیے گئے، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کا یہی نقشہ نہیں ہے؟

دنیا کی زندگی کے مقابلے میں

کسی کی پچاس سال کی زندگی تھی، کسی کی ۶۰ سال کی، کسی کی ۸۰ سال کی، اور ماں کے پیٹ میں وہ پانچ مہینے کی زندگی اس زندگی کو ذرا ۸۰ سال کی زندگی پر تقسیم کرو تو یہ ماں کے پیٹ والی زندگی اس پچاس ساٹھ اور اسّی سالہ زندگی کے مقابلے میں کتنی مختصر نظر آئے گی؟ اور ہم میں سے ہر شخص اس پیٹ والی زندگی کے بارے میں کہے گا کہ بھلا وہ زندگی بھی کوئی زندگی تھی؟ اچھا اب آگے چلیے، یہاں اسّی برس گزار کر ہم قبر میں پہنچ گئے، وہاں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے آج تک لوگ قبروں میں پڑے ہوئے ہیں اور ابھی خدا جانے کب تک پڑے رہیں گے۔ اب اس دنیا کی زندگی کو اس "قبر کی طویل زندگی" پر تقسیم کرو تو ہماری یہ دنیا کی زندگی اس برزخی زندگی کے مقابلہ میں کتنی مختصر معلوم ہو گی؟ اور وہ بھی برزخ کی زندگی بھی، خواہ کتنی ہی طویل نظر آئے لیکن وہ دائمی نہیں، بلکہ ایک دن وہ بھی کٹ جائے گی، اس کے بعد ایک دن آنے والا ہے حشر کا، وہ ایک دن پورے پچاس ہزار سال کا ہے۔ اب برزخ کی زندگی کالعدم نظر آئے گی اور اس پچاس ہزار سال والے دن کے بعد اصل زندگی اب شروع ہونے والی ہے قیامت کا دن ختم ہوگا تو یہ زندگی شروع ہو گی جو دائمی اور ابدی ہے، جس کا کوئی سرا نہیں، جس کی انتہا ہی نہیں، تمہاری سوچ و فکر سوچتے سوچتے تھک جائے گی لیکن وہ زندگی ختم نہیں ہو گی! انبیاء کرام علیہم السلام ہمیں اس زندگی کی دعوت دیتے ہیں جو لازوال ہے جو ابدی ہے، جو کبھی ختم ہونے والی نہیں، اس زندگی کی کامیابی کی دعوت دیتے ہیں اور وہاں کی ناکامی سے ڈراتے ہیں، یعنی ان اعمال سے تم وہاں کی زندگی میں کامیاب ہو جاؤ گے اور ان اعمال سے تم وہاں ناکام ہو جاؤ گے، یہ حضرات ہمیں اس کی کامیابی حاصل کرنے اور ناکامی سے بچنے کی دعوت دیتے ہیں اور ہماری اس دنیا کی زندگی کو زندگی نہ سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ چونکہ لوگوں کو ان حضرات کی بات سمجھ میں نہیں آتی اس لیے کفار کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہے، مجنون ہے دیوانہ ہے اور نہ جانے کیا کیا کہتے تھے وہ تو انبیاء علیہم السلام کے وقت کی بات تھی۔ آج تم نے، ہاں! مسلمان کہلانے والوں نے کہا یہ ملا ہے، یہ صوفی ہے، یہ دور حاضر کے تقاضوں سے بے خبر ہے اس کو کچھ پتہ نہیں کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی یہ صوفی، ملا آج تک بسم اللہ کے گنبد میں بند ہے۔ مسجد کے مینڈھے، قل اعوذیے اور نہ جانے کیا کیا خطاب تم غریب ملا کے لیے تجویز کرتے ہو، جس کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ آج وہی بات کہہ رہا ہے جو اپنے وقت میں انبیاء علیہم السلام کہتے آئے ہیں۔

دنیا سے آخرت کا توشہ حاصل کرو

تو یہ دنیا میٹھی ہے، سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں اس لیے لا رہے ہیں اور تمہیں پہلوں کا جانشین بنا رہے ہیں کہ تم کچھ عبرت حاصل کرو اور دیکھو کہ یہاں سے کیا توشہ لے کر جا رہے ہو۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "اے ابوذرؓ! توشہ لے لینا، کیونکہ سفر بہت لمبا ہے اور ذرا بوجھ ہلکا رکھنا کیونکہ گھاٹی بڑی دشوار گزار ہے جس پر چڑھنا ہے۔ کمر پر سارا بوجھ لاد کر چڑھنا پڑے گا۔ قرآن کریم میں ہے "اور وہ لادے ہوئے ہوں گے بوجھ اپنی کمروں پر۔" مشکوٰۃ شریف (ص ۴۴۳) میں حدیث ہے، حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر ابو الدرداءؓ سے کہا کہ آپ کیوں روزی نہیں کماتے جیسا کہ فلاں شخص کماتا ہے؟ کہنے لگے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ "تمہارے آگے ایک گھاٹی ہے بہت دشوار گزار، جن کا بوجھ بھاری ہوگا وہ اس گھاٹی کو عبور نہیں کر سکیں گے" اس لیے میں اس گھاٹی کی خاطر اپنا بوجھ ذرا ہلکا رکھنا چاہتا ہوں اور حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ "عمل ذرا خالص لے کر جانا اس لیے کہ پرکھنے والا بڑا باریک بین ہے" وہاں کھوٹ نہیں چلے گا۔ اس دفعہ طواف کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بہت یاد آئی اور میں اکثر اسی کو پڑھتا رہا:

داسئالک نفسا بک مطمئنا تومن بلقائک و ترضی بقضائک و تقنع بعطائک

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں ایسا نفس جو آپ پر مطمئن ہو جائے جو آپ کی ملاقات پر ایمان رکھتا ہو اور جو آپ کے قضا اور قدر کے فیصلوں پر راضی ہو جائے اور جو آپ کی عطا پر قناعت کر لے کہ جتنا میرے مالک نے دیا ہے وہ میرے لیے بہت کافی ہے بس اس سے زیادہ نہیں چاہیے۔ بس یہی بہت ہے۔

عورتوں کا فتنہ

جس خطبہ کا میں نے شروع میں ذکر کیا تھا اس میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا "خبردار! پس دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو" یعنی ان کے فتنے سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں سے ہوا۔ مشہور ہے کہ تین چیزیں فساد کی جڑ ہیں۔ زن، زر اور زمین۔ دنیا میں جتنے بھی فتنے ہو رہے ہیں ان تین چیزوں کی وجہ سے ہیں یا عورت کا چکر ہے یا زر کا یا زمین کا۔

یہ بھی دنیا کی ایک مثال ہے کہ ان تین چیزوں سے آدمی جیسا دھوکا کھاتا ہے، ویسا ہی دنیا سے دھوکا کھاتا ہے، خاص طور پر عورتوں کا فتنہ بڑا سخت ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے حدیث منقول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ مضر ہو۔" یعنی مردوں کے حق میں سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ عورتوں کا ہے۔

پس دنیا پر فریفتہ ہو کر اللہ تعالیٰ کو اور اپنی عاقبت کو نہ بھول جاؤ، راہ حق سے برگشتہ نہ ہو جاؤ اور زر، زمین اور عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہو کر دین سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔

بقیہ: اپنی بہنوں سے

یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ، زید بن حارثہؓ اور بہت سے لوگ تھے آپ کو بچہ اٹھا کر دیا گیا آپ نے گود میں لیا وہ اس وقت دم توڑ رہا تھا۔ آپ کے آنسو نکل آئے حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا؟ فرمایا یہ رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ (بخاری، مسلم)

یہ حدیث شریف ہمارے لیے اپنے اندر بڑی موعظت و نصیحت رکھتی ہے، اور ہمارے دل کو، ہمارے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے کاش ہم اس سے نصیحت حاصل کرتے: صبر ایک طاقت ہے، صبر ایک ہتھیار ہے، صبر ایک ڈھال ہے اور صبر اللہ کا ایک بڑا انعام ہے۔ صبر اس کو نہیں کہتے کہ کوئی مصیبت آئی تو واویلا مچا کر ایک شور بپا کر کے اس کو گزار دیا۔ یہ صبر نہیں بلکہ یہ تو مجبوری ہے۔ صبر اس کو کہتے ہیں کہ انسان کسی آزمائش میں مبتلا ہو تو خاموشی سے اس کو سہے اور اس میں پورا اترے اور اپنے مالک حقیقی کا شکر گزار رہے، یہ ہے صبر کی حقیقت۔

بقیہ: عشرہ ذی الحجہ

نیکی ملے گی۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (کذا فی الترغیب)

حکیم محمد مسلم صدیقی

خواتین کی علمی خدمات

احادیث کی روایت میں خواتین پر اعتماد

اصولی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ نے مردوں کے ساتھ عورتوں کی روایاتِ حدیث میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ان کی روایت کردہ احادیث پر امت نے کلّی اعتماد اور بھروسہ کیا اور اس کو صحیح تسلیم کرکے دونوں کو یکساں اہمیت دی ہے۔ پچھلے صفحات میں حضرت عائشہ رضؓ، حضرت حفصہ رضؓ، حضرت ام سلمہ رضؓ اور حضرت ام حبیبہ رضؓ (یہ تمام خواتین جو امہات المومنین کے مرتبہ پر فائز اور مشہور و معروف ہیں) کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان تمام خواتین کرام سے جتنی احادیث کی روایت ہوئی ہے ان کی تعداد بھی وہاں لکھی گئی ہے ان سب کی بیان کردہ روایات حدیث پر ہمیشہ سے عمل درآمد ہوتا پوری امت میں معروف ہے خصوصاً عورتوں سے متعلق تو تقریباً تمام ہی مسائل جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں وہ انھیں خواتین کرام خصوصاً حضرت عائشہ رضؓ سے اکثر و بیشتر مروی ہیں۔ یہاں چند واقعات بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

مشہور صحابی ابو سعید خدری رضؓ کی بہن حضرت فریعہ رضؓ کے شوہر کے چند اونٹ بھاگ گئے۔ انھوں نے کوشش کرکے اس کو پا لیا۔ لیکن اچانک اونٹوں نے ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہو گئے۔ حضرت فریعہ رضؓ نے آنحضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے لیکن انھوں نے نہ تو میرے لیے کوئی نان و نفقہ چھوڑا ہے اور نہ اپنے بچوں کے لیے رہنے کی کوئی جگہ۔ اس لیے میں اپنے بھائیوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ آنحضورؐ کا کیا حکم ہے؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا "عدت کے دن تمھیں اسی مکان میں گزارنے ہوں گے جس میں تمھیں اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے"[۲۱۸]

حضرت عثمان غنی رضؓ کے زمانۂ خلافت میں ان کے سامنے اسی نوعیت کا ایک معاملہ پیش ہوا۔ لوگوں نے ان کو بتایا کہ فریعہ رضؓ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ پیش آ چکا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو حکم دیا تھا وہ ان سے معلوم کرکے تصدیق فرمائیں، فریعہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھ کو حضرت عثمان رضؓ نے بلایا میں پہنچی تو کچھ اور لوگوں کے ساتھ وہ تشریف فرما تھے (ان کے پوچھنے پر) میں نے اپنے متعلق رجو واقعہ شوہر کے انتقال کے بعد عدت کی مدت بھائیوں کے پاس گزارنے سے متعلق رکھتا تھا آنحضورؐ کا فیصلہ (جو ہوا تھا) وہ ان کو سُنایا تو انھوں نے میری نظیر کے مطابق عمل کیا اور جس عورت کے متعلق یہ مسئلہ درپیش تھا اس کو بھی حکم دیا کہ "جس مکان میں اس کے شوہر کا انتقال ہوا ہے اسی میں وہ عدت گزارے"[۲۱۹] حضرت عثمان رضؓ نے فریعہ رضؓ کی روایت کو قانونی حیثیت دے دی اور اس پر عمل فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواتین کی روایت کردہ احادیث پر اعتماد کیا جائے گا۔

بعض بعض احادیث ایسی سندوں سے روایت کی گئی ہیں جن میں کئی کئی خواتین شامل ہیں۔ اس نوعیت کی روایت کردہ احادیث کی مثالیں یہ ہیں: نقل ؐ سے متعلق ایک حدیث امام مسلم رحؒ نے ابو بکر بن ابی شیبہ رحؒ، سعید بن عمرو رحؒ، زبیر بن حرب اور ابن ابی عمر رحؒ سے لی ہے اور ان چاروں نے اس کو سفیان بن عیینہ رحؒ سے، سفیان رحؒ نے امام زہری رحؒ سے، امام زہری رحؒ نے عروہ رحؒ سے، عروہ رحؒ نے زینب بنت ابی سلمہ رحؒ سے، انھوں نے حبیبہ رضؓ سے، انھوں نے اپنی والدہ ام حبیبہ رضؓ سے اور انھوں نے زینب بنت جحش رضؓ سے اس کی روایت کی ہے[۲۲۰] گویا بہ تسلسل چار خواتین سے اس کی روایت ہوئی ہے اور پھر اسی حدیث کو امام ترمذی رحؒ نے سعید بن عبدالرحمٰن رحؒ اور دوسرے کئی ایک افراد کے حوالہ سے مذکورہ بالا اسناد سے نقل فرمایا ہے[۲۲۱]۔ امام مسلم رحؒ اور امام ترمذی رحؒ کا نام ہی ان کی عظمت و وقار اور فضیلت کے لیے ایک ثبوت ہے کہ یہ حضرات مذکورہ بالا حدیث کے حوالہ سے کن کن خواتین کو سند کا درجہ دے رہے ہیں۔ اگرچہ یہ ایک خالص علمی بحث ہے مگر اس قدر بیان کرنا مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے احادیث کی روایتوں کے متعلق خواتین کی جرح و تنقید اور تعدیل و تصویب کو تسلیم کیا ہے اور ان کی رائے کے مطابق کسی راوی حدیث کی روایت کردہ حدیث کو قبول یا رد کیے جانے کا فیصلہ کیا ہے[۲۲۲] اور یہ اس وجہ سے تھا کہ خواتین اسلام میں بھی مردوں کی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ساتھ حد درجہ عقیدت و احترام کا جذبہ شامل تھا اس لیے وہ آنحضورؐ سے جو کچھ سنتی تھیں اسے پوری توجہ اور انہماک سے سنتیں اور پوری طرح دماغ میں محفوظ رکھتی ہیں۔

امام بخاری کی ماں اور بہن

امام بخاری کی عمر چودہ سال کی تھی کہ انھوں نے شوق حصول علم کی تکمیل کے لیے سفر کیا۔ ان کے سفر اور حصول علم کے شوق کو دیکھ کر اس کے واسطے ضروری اخراجات کا انتظام ان کی ماں اور بہن نے کیا تاکہ ان کو اپنے شوق کی تکمیل میں دشواری اور پریشانی نہ ہوں اور وہ یکسوئی کے ساتھ حصول علم میں مشغول رہیں۔

قاضی زادہ رومی کی بہن:

قاضی زادہ اپنے وقت کے بڑے مشہور عالم و فاضل ہیں۔ ان کو حصول علم کا بے حد شوق تھا چنانچہ جب وہ روم کے اساتذہ سے پوری طرح علم حاصل کر چکے تو باہر کے علماء سے علم حاصل کرنے کے لیے سفر کا چپکے چپکے انتظام کرنے لگے۔ کسی طرح ان کی بہن کو ان کے اس شوق اور ارادہ کا علم ہو گیا انھوں نے نہایت رازداری اور خاموشی سے اپنا بہت سا زیور ان کے سامان سفر میں چھپا کر رکھ دیا اور ان کو اس کی خبر نہیں دی۔ اگر جب وہ منزل مقصود پر پہنچ کر حصول علم میں مشغول ہوں تو یہ زیورات ان کے کام آئیں اور یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کرکے اپنے شوق کی تکمیل کریں۔ ان کی بہن بھی امام بخاری کی ماں اور بہن کی طرح علم کی قدرداں تھیں۔

امام یزید بن ھارون کی باندی:

امام یزید بن ہارون کا مشہور عالموں اور اماموں میں شمار ہوتا ہے۔ کثرت مطالعہ سے عمر کے آخری ایام میں ان کی بینائی کمزور ہو گئی تھی اور کتابوں کا پڑھنا مشکل ہو گیا تھا۔ ان کی ایک باندی تھیں جس کو علم کا بہت شوق تھا۔ وہ برابر کتابیں پڑھ کر حدیثیں یاد کرکے امام موصوف کو سنایا کرتی تھی اس طرح وہ موصوف کے علمی کام اور شوق میں ان کی معاون و مددگار ہوتی تھی۔

ابن سماک کوفی کی باندی

یہ بزرگ بھی اپنے وقت کے بڑے عالموں اور واعظوں میں تھے، یہ بہت موثر اور عمدہ تقریر کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے اپنی باندی، جو بہت پڑھی لکھی اور ذہین و فہیم تھی سے پوچھا کہ "میری تقریر کیسی ہے؟" باندی نے جواب دیا کہ "تقریر تو اچھی ہے مگر اس قدر خرابی ضرور ہے کہ ایک بات کو بار بار کہتے ہیں"۔ انھوں نے فرمایا "میں اس لیے بار بار دہراتا ہوں تاکہ کم سمجھ لوگ بھی بات کو سمجھ لیں"۔ باندی نے کہا "یہ بات تو ہے لیکن جب تک کم سمجھ لوگ سمجھیں گے سمجھدار لوگ گھبرا چکے ہوں گے"۔

اس کا یہ مدلل جواب سن کر ابن سماک خاموش ہو گئے۔ آگے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی کیونکہ باندی نے بڑی دانائی اور تجربہ کی بات کہی تھی۔

اس دور میں ایسی ایسی باندیاں تھیں جن کے علمی کمالات سے بڑے بڑے علماء و فضلاء فیض پاتے تھے۔

کتابت اور تحریروں کا رواج

دیگر علوم و فنون کے ساتھ مسلمان خواتین نے کتابت سیکھنے میں بھی دلچسپی لی تھی اور انھوں نے اس کو سیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو کتابت کی تعلیم کو ضروری خیال فرمایا تاکہ ان کے علم کا ذریعہ صرف سماعت ہی تک محدود اور دماغ ہی میں محفوظ نہ رہے بلکہ وہ ان کے ذریعہ کتاب کے اوراق میں بھی محفوظ رہیں چنانچہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رض فرماتی ہیں کہ "ایک دن میں ام المومنین حضرت حفصہ رض کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آنحضور نے (حضرت حفصہ رض سے) فرمایا "جس طرح تم نے ان کو کتابت سکھائی ہے کیا اسی طرح ان کو "مرض نملہ" کی دعا نہیں سکھاؤ گی؟[223]

اس سے معلوم ہوا کہ شفاء بنت عبداللہ رض کو حضرت حفصہ رض پہلے کتابت سکھا چکی تھیں اور ظاہر ہے کہ وہ خود بھی کتابت سے واقف تھیں۔

اسلامی تاریخ و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی خواتین میں لکھنے کا بھی دستور عام ہو چکا تھا۔ وہ تحریر کے طرز اور اسلوب سے اس درجہ واقف تھیں کہ وہ ہر قسم کے مسائل اور معاملات کے متعلق حتیٰ کہ کاروباری معاملات کو بھی بلا تکلف ضبط تحریر میں لانے پر قادر تھیں۔ بطور مثال دو واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ١۔ رُبَیّع بنت معوذ رض فرماتی ہیں کہ ہم چند عورتوں نے اسماء بنت مخرمہ رض سے عطر خریدا۔ جب انھوں نے ہماری شیشیوں میں عطر بھر دیا تو انھوں نے کہا کہ تمھارے ذمہ جو رقم باقی ہے وہ مجھے لکھوا دو"[224] (٢) عائشہ بنت طلحہ رض جو حضرت عائشہ رض کی بھانجی تھیں۔ اس رشتہ و تعلق اور ان کے علم و فضل کی وجہ سے مختلف علاقوں کے لوگ ان کو خطوط اور ہدیے روانہ کرتے تھے انھوں نے حضرت عائشہ رض سے ان خطوط و تحائف کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رض نے ان کو ہدایت فرمائی کہ "خطوط کا جواب دو، اور ہدیہ کے بدلے میں تم بھی ہدیہ بھیجو"[225] ان واقعات سے یہ ثابت ہے کہ اس دور کی اسلامی خواتین ہر موضوع پر خط و کتابت کی مہارت رکھتی تھیں۔

غرض اس پیہم سعی اور مسلسل توجہ کا یہ اثر ہوا کہ جو خواتین پہلے علم و ادب سے قطعاً نا آشنا تھیں وہ بعثت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنحضور کی ہدایت کے مطابق ان علوم کی عالم، حافظ و نگہبان اور معلم بن گئیں۔ دنیا فکر و ادب میں جن کا کوئی اثر و نشان نہ تھا، آفتاب علم و حکمت اور بصیرت بن کر انھوں نے سارے عالم کو منور اور روشن کر دیا یہ ہے بعثت رحمت للعٰلمین کا اعجاز و عطیہ۔

---

[218] عورت اسلامی معاشرہ میں [219] ایضاً بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۸ [220] ایضاً بحوالہ مسلم کتاب الفتن [221] ایضاً بحوالہ ترمذی کتاب الفتن [222] ایضاً بحوالہ علامہ ابن جوزی کی کتاب الکفایہ فی علم الروایہ [223] ایضاً بحوالہ ابوداؤد کتاب الطب باب فی الرقی [224] ایضاً بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۸ [225] ایضاً بحوالہ الادب المفرد، باب الکتابت الی النساء و جوابھن۔

بقیہ: کتاب ھدایت

جس علیم و حکیم اور قدیر و خبیر اللہ تعالیٰ نے یہ سارا عالم پیدا کیا ہے اور جو اس کو چلا رہا ہے اس کی عالی شان اور اس کی بے انتہا قدرت کے سامنے نہ یہ مشکل ہے نہ کوئی بڑی بات ہے۔

پھر اس دنیوی زندگی میں حیات بعد الموت کے جو خاص نظائر اور شواہد ہیں قرآن مجید ان کی طرف بھی ان منکرین کی رہنمائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ان میں غور کرو۔ مثلاً اس دنیا میں خود تم جو پیدا کیے گئے ہو، اس اپنی پیدائش ہی پر غور کرو، اور جنگل کی سوکھی بے جان زمین پر رحمت کا پانی برسا کر اللہ تعالیٰ جس طرح

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

میری عظیم ماں

جناب محمد صادق، لا الصحرائی کے قلمی نام سے جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ انھوں نے اپنی والدہ کا جو روشن کردار پیش کیا ہے وہ ساس اور بہو کی روایتی تصویر سے یکسر مختلف ہے۔

قارئین! میرے نزدیک قادر مطلق نے آج تک کوئی ایسی ماں پیدا نہیں کی جو عظیم نہ ہو۔ جس طرح بعض حضرات محض اپنے عہدے کی بنا پر کسی ادارے کی مجلس منتظمہ کے آپ سے آپ رکن قرار پا جاتے ہیں، بعینہ جو خاتون بھی ماں کے عہدے پر فائز ہو جائے وہ آپ سے آپ بنی نوع انسان کے عظیم افراد کی مجلس کی رکن بن جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کوئی خاتون ماں بنتے ہی عظمت کے دربار میں کرسی پا لیتی ہے۔ معاشرے کے حفظ و بقا اور ترقی و فروغ کی خاطر قرآن کریم نے مردوں کو خواتین پر ضرور فوقیت دی ہے، لیکن دوسری طرف قرآن ناطق یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد (مرد و زن دونوں) کے لیے باپ کے مقابلے میں ماں کو اطاعت و احترام کے اعتبار سے تین درجوں کا تفوق بخشا ہے۔ یہاں مجھے ایک سچا واقعہ یاد آ گیا، آپ بھی سن لیجیے۔

چند سال پہلے کا ذکر ہے کہ ایک صاحب کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ دستور کے مطابق احباب و اعزہ ان کے ہاں بغرض تعزیت گئے۔ صف ماتم ان کے گھر کے لان میں بچھی تھی۔ فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کے بعد اپنے اپنے طور پر سب نے ان سے اظہار افسوس کیا اور صبر کی تلقین کی۔ سوگوار بیٹے نے تعزیت کرنے والوں کا جواباً شکریہ ادا کیا، پھر بولے: "حضرات! میں نے تو الحمد للہ اپنے صدمے پر کچھ قابو پا لیا ہے، لیکن میرے چھوٹے بھائی نے عجب مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ وہ ایرفورس میں پائلٹ ہے لیکن وہ نوکری سے فوری استعفا دینے کی ضد کر رہا ہے جب کہ اس کی ریٹائرمنٹ میں صرف ایک سال باقی رہ گیا ہے۔ ظاہر ہے اس وقت استعفا دینے کی صورت میں وہ پنشن کی بعض مراعات سے محروم ہو جائے گا۔ ہم نے اسے بہت سمجھایا ہے مگر وہ مان نہیں رہا ہے۔ برابر یہی رٹ لگا رکھی ہے کہ والدہ کی وفات کے بعد میں اب نوکری نہیں کروں گا۔ وہ اندر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے، خدارا آپ اسے سمجھائیں، بجھائیں کہ وہ اس حال میں اپنی نوکری نہ چھوڑے۔"

یہ سن کر تعزیت کرنے والے چند اصحاب نے ڈرائنگ روم کا رخ کیا جہاں ایک صوفے کے کونے میں مرحومہ کا چھوٹا بیٹا ایک ممی کی صورت میں گم سم بیٹھا تھا۔ علیک سلیک کے بعد جب آنے والوں کی طرف سے فاتحہ خوانی اور تعزیت کا اظہار ہو چکا تو ایک صاحب نے دھیمے سے پوچھا: "آپ کی چھٹی کتنی اب باقی رہ گئی ہے؟" بیٹے نے سوال کا اصل مطلب بھانپ کر فوراً جواب دیا: "غالباً آپ کو بھائی جان نے یہ بتا دیا ہو گا کہ میں نوکری پر واپس نہ جاؤں گا۔"

"نہیں بھائی ایسا نہ کیجیے" ایک اور صاحب نے دلاسے سے کہا "صدمہ واقعی سخت ہے لیکن یوں حوصلہ نہ ہاریے۔"

"بھائی جان نے اگر میری نوکری چھوڑنے کی اصل وجہ آپ کو نہیں بتائی تو مجھ سے سُن لیجیے۔" نوجوان نے مستعدی سے کہا "دیکھیے میں اپنے اسکواڈرن میں ایک دلیر پائلٹ مشہور ہوں، خطرناک سے خطرناک فلائٹ میرے لیے بچوں کا کھیل بن جاتی تھی، صرف اس وجہ سے کہ ہر ایسی فلائٹ کے دوران یہ احساس مجھے نڈر بنا دیتا تھا کہ پیچھے گھر میں میری والدہ مصلا بچھائے بیٹھی ہیں اور میری سلامتی کے لیے دعائیں کر رہی ہیں جو کبھی اکارت نہیں جا سکتیں، لیکن اب جو میں ان دعاؤں سے محروم ہو گیا ہوں تو میرا حوصلہ چھن گیا ہے میں اب سرے سے جہاز ہی نہیں اڑا سکوں گا، اہم فلائٹیں تو کجا!"

"لیکن آپ کی سلامتی کے لیے دعائیں کرنے والے ماشاء اللہ آپ کے دوسرے بہن بھائی تو اب بھی موجود ہیں" ایک صاحب نے حوصلہ دلایا۔

"ضرور موجود ہیں یہ لوگ" ترت جواب آیا "خدا ان کی زندگی دراز کرے لیکن جناب! جو سچا اور کھرا خلوص ماں کی دعا میں ہوتا ہے وہ کسی اور کی دعا میں ہو ہی نہیں سکتا۔ ماں کی دعا سیدھی جا کر اللہ کی رحمت سے لپٹ جاتی ہے اور پھر اسے گدگدا کر اپنی بات منوا ہی لیتی ہے... نہیں نہیں، میں اس دعا کی ڈھال سے محروم ہو کر کسی خطرے سے پنجہ نہیں لڑا سکتا، میں اب کسی صورت پائلٹ کی نوکری نہیں کر سکتا۔" نوجوان نے بھیگی آنکھوں اور لرزتی آواز کے ساتھ اپنا فیصلہ اس وثوق کے ساتھ سنا دیا کہ تعزیت کرنے والوں کے لیے وہاں سے اٹھ جانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو مائل بکرم کرنے والی ماں کی دعا کا خود مجھے بھی تجربہ ہو چکا ہے، میری عمر آٹھ دس برس کی ہو گی جب مجھے ایک مہلک مرض نے آلیا جو حکیموں کے نزدیک لاعلاج قرار پایا، مرض کی شدت سے میں دن بھر بے چین رہتا البتہ کچھ دیر کے لیے میری آنکھ لگ جاتی مجھے خوب یاد ہے کہ ہر شب نماز عشا کے بعد میری والدہ میری چارپائی کے بازو کے ساتھ اپنا مصلا بچھا لیتیں اور بعض اوقات رات بھر نوافل اور دعاؤں میں مشغول رہتیں۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ چہرے پر قدرے حرارت محسوس ہونے پر جب سوتے میں میری آنکھ کھلی تو میں دیکھتا کہ میری پیشانی پر والدہ کے ہونٹ پیوست ہیں اور ان کے آنسوؤں کی گرم گرم پھوار میری آنکھوں کے پیمانے لبریز کر رہی ہے۔ والدہ کی ان دعاؤں کی معجز نمائی دیکھیے کہ عزیزوں اور معالجین کے اندیشوں کے باوجود میں نے دو ماہ کی جاں گسل تکلیف کے بعد اپنے مہلک مرض سے مکمل شفا پائی۔

میری والدہ مرحومہ ان پڑھ تھیں تاہم انھوں نے ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رکھی تھی، اپنے ہوش سنبھالنے سے ان کے ایام وفات تک میں نے ان کی صبح کی تلاوت قرآن مجید میں کبھی ناغہ نہ پایا۔ عمر ڈھلنے سے پہلے ایک عرصے تک ان کا یہ معمول رہا کہ سردی ہو یا گرمی وہ رات کے پچھلے پہر اٹھ جاتیں پھر تہجد کے نوافل کے بعد ہتھ چکی پر بیٹھ جاتیں اور روزانہ ضرورت کے مطابق آٹا پیسنا شروع کر دیتیں جس کے ساتھ ہی وہ سورہ رحمٰن کی تلاوت کا آغاز بھی کر دیتیں جو انھوں نے زبانی یاد کر رکھی تھی، وہ ماشاء اللہ بہت خوش الحان تھیں۔ آخر شب کے سناٹے میں جب چکی کی گھر گھر کے ساتھ سورۂ رحمٰن کا ملکوتی آہنگ ان کی خوش آوازی میں ڈھلتا تو بعض اوقات میری آنکھ کھل جاتی۔ بے اختیار ہو کر میں ان کی سمت دیکھتا تو یوں لگتا جیسے آٹا پس پس کر چکی کے حلقے میں ایک نورانی آبشار کی صورت میں گر رہا ہے۔ (قارئین! ملوں کی آتشیں پسائی سے جھلسے ہوئے آٹے کے اس دور میں اس نورانی آٹے کا تصور کس قدر دلدوز ہے)

مڈل امتحان پاس کرنے کے بعد مجھے مزید تعلیم کے لیے گھر سے بیس میل دور شہر کے ہائی اسکول اور اس کے ہوسٹل میں داخلہ لینا پڑا۔ ہفتہ وار اس تعطیل کے دن جب میں ٹرین پر گھر آتا تو عموماً والدہ کو باہر کے دروازے کے پاس پیڑھی ڈالے اپنا منتظر پاتا۔ میں قریب آ کر سلام کرتا اور وہ میرے بالوں کی مانگ کو بچاتے ہوئے ہولے سے میرے سر پر پیار کا ہاتھ پھیرتیں اور پھر اندر جا کر جلد ہی میری خاطر

بنائی ہوئی تازہ مٹھائی یا شیرینی میرے سامنے لا کر رکھ دیتیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ہائی اسکول کی دو سالہ بیرونی تعلیم کے دوران ان کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد جب مجھے روزگار کی خاطر فوج میں بھرتی ہو کر گھر سے سیکڑوں میل دور لکھنؤ جانا پڑا تو دم رخصت ان کی پلکیں ضرور نم ہوئیں، لیکن والدہ نے مجھے گھر سے طویل دوری کی اداسی سے بچانے کی خاطر آنسو بہائے نہ گلے سے لگا کر پیار کیا، جیسے میں پھر ایک مرتبہ اپنے ہائی اسکول والے شہر ہی جا رہا ہوں۔ لکھنؤ میں میرے قیام کے دوران وہ بہت باقاعدگی کے ساتھ مجھے خط لکھوا دیتیں جو بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر مشتمل ہوتے لیکن ان کے اندر ممتا کی بہت بڑی دنیا آباد ہوتی۔ مثلاً ایک خط میں انھوں نے لکھوایا کہ تمھارے لیدر شوز کا تلا ربڑ کا ہے جس کی وجہ سے تمھارے پاؤں گرمیوں میں گرم رہتے ہوں گے اور سردیوں میں سرد، لہٰذا یہ جوتے کسی ضرورت مند کو دے دو اور اپنے لیے چمڑے کے تلے والے جوتے جلد خرید لو۔ گھر میں خدا کے فضل سے مجھ سے محبت کرنے والے اور بھی کئی افراد تھے، لیکن ظاہر ہے کہ ایسا خیال ایک ماں ہی کو آ سکتا تھا۔

یہاں مجھے یاد آ رہا ہے کہ جب میں فوج کی مختصر مدت کی نوکری ترک کر کے گھر واپس آیا تو رات آنے پر والدہ نے میرے لیے ایک مکمل نیا نویلا بستر بچھایا اور کہا کہ اس بستر کی ہر چیز میں نے خود پیسے جوڑ جوڑ کر خریدی ہے اور اپنے ہاتھ سے سب کچھ سیا اور تیار کیا ہے۔ پھر ہنس کر بولیں: "جگراتوں کے ساتھ"..... قارئین! بات بہت چھوٹی سی ہے لیکن کیا کروں کہ لاتعداد موجودہ آسائشوں کے باوجود میں اس کھدر کے لحاف اور تکیے کی مخملیں آسائش کو نہیں بھلا سکتا جس کے بخیوں میں ایک ماں کے ملکوتی ہاتھوں کا لمس شامل تھا۔

بیٹوں کی شادیوں کے بعد ماں کو ایک نئے رول سے واسطہ پڑ جاتا ہے دوسری باتوں کے علاوہ اس میں ساس بہو کی لڑائی کا وہ عالمی میچ بھی اپنا رنگ دکھاتا ہے جو بعض اوقات پہلے ان بن پھر کھٹ پٹ اور آخر میں دَھج دَھج کی صورت اختیار کر کے ہمسایوں کے لیے لطف اندوزی کا باعث ہو جاتا ہے تاہم اسے والدہ مرحومہ کی شیریں طبع کے سوا کوئی نام نہیں دیا جا سکتا کہ ان کی وفات تک اگرچہ ہم دو بھائیوں کی شادیوں پر کم و بیش تیس پینتیس برس گزر چکے تھے لیکن اڑوس پڑوس والوں کا ہمارے گھر کے بارے میں ہمیشہ یہی تاثر رہا کہ یہاں ہماری والدہ دو بہوؤں کے بجائے دو بیٹیوں کے ساتھ بس رہی ہے۔

اپنی وفات سے ڈھائی تین ماہ پہلے والدہ کو جگر کے سرطان کا تکلیف دہ مرض لاحق ہو گیا۔ بیماری کی شدت میں اضافہ ہوا تو وہ چارپائی سے لگ کر رہ گئیں۔ سرطان کے درد سے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے، یہ بڑے بڑوں کا پتہ پانی کر دیتا ہے، تاہم میں نے اذیت کی انتہا کے باوجود دم آخر تک والدہ کے منہ سے کبھی ہلکی سی کراہ بھی نہ سُنی۔ درد کی زیادتی کے دوران ان کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگتے، انگلی آسمان کی طرف اٹھ جاتی اور وہ شفقت کے عالم میں پاس بیٹھے عزیزوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنے لگتیں یا ان کے گال سہلانے لگتیں۔

ایسے میں کئی مرتبہ میں نے فرط غم سے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کو ان کے ہاتھوں پر ملنا چاہا لیکن وہ اس کا موقع ہی نہ دیتیں، بس تیزی کے ساتھ اپنا سر بالیں سے اٹھاتیں اور میرا ماتھا چوم لیتیں۔

بیماری کی شدت کے دوران بھی وہ کسی کو اپنی خدمت کی زحمت نہ دیتیں۔ اپنی وفات سے دو ہفتے پہلے ان کے لیے نقل و حرکت دوبھر ہو گئی تھی، کبھی کبھار رات کو جب انھیں رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تو گھر کے کسی فرد کو آواز دے کر جگانے کے بجائے وہ خوشی کے ساتھ جوں توں کر کے چارپائی سے اترتیں اور پھر دوزانو ہو کر گھسٹتی ہوئی انچ انچ کر کے باتھ روم تک پہنچتیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے ڈھنگ نرالے ہیں، یعنی ان دنوں جب والدہ کی علالت شدت اختیار کر چکی تھی، خود میں بھی سخت بیمار

ہوگیا، حتیٰ کہ مقامی ڈاکٹروں نے بھے فوراً نشتر اسپتال ملتان میں داخلے کی ہدایت کی۔ والدہ کو اس حال میں چھوڑ کر گھر جانے کا احساس میرے لیے سوہان روح تھا لیکن مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق مجھے یہ کڑی آزمائش آخر کار اٹھانا پڑی۔ والدہ محترمہ کی خدمت میں الوداعی سلام عرض کرکے اور ان کے خزاں رسیدہ پتوں کی طرح لرزتے ہاتھوں کا پیار سر پہ لے کر جب میں گھر سے باہر آکر گاڑی میں بیٹھنے کو تھا تو یکایک گھر کا بیرونی دروازہ کھٹاک سے کھلا اور اس میں سے والدہ بھاگتی ہوئی برآمد ہوئیں اور پھر اس طرح مجھ سے لپٹ گئیں کہ روتی جاتی تھیں اور میری صحت کے لیے دعائیں کرتی جاتی تھیں۔ یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر میرے علاوہ تمام حاضرین کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ گاڑی چلی تو میرے ہمراہی عزیز بولے: "حیرت ہے تقریباً دو ہفتے سے خالہ کے لیے ایک قدم تک اٹھانا محال تھا اور کہاں یہ عالم کہ بیس تیس گز تک وہ بھاگتی چلی آئیں، نہ معلوم آج یہ طاقت ان کے بدن میں کہاں سے آگئی؟"

"یہ بدن کی نہیں ماں کی طاقت ہے بھائی صاحب!" میرے ایک اور عزیز نے جواب دیا۔

"طاقت یا نعمت؟" میں نے اندر ہی اندر اپنے دل سے پوچھا اور پھر دل کا جواب آنسوؤں کے سیلاب کی صورت میں امڈ آیا۔

اسپتال میں دو ہفتے مسلسل علاج کے باوجود میرے مرض پر قابو نہ پایا جاسکا۔ ادھر گھر سے مجھے اطلاع ملی کہ والدہ کی حالت نازک ہوگئی ہے چنانچہ میں ڈاکٹروں کی رائے کے برعکس گھر واپس چلا آیا۔ والدہ پر اب سخت نقاہت کا عالم طاری تھا تاہم ان کے لبوں کی خموش حرکت، یعنی اپنے خالق کے ساتھ رابطے کا تسلسل قائم تھا۔ وہ شب ہم نے جاگ کر گزاری۔ صبح ہوئی تو ان کی طبیعت یکایک سنبھل گئی، اس پر گھر کے تمام افراد کو انھوں نے فرداً فرداً تسلی دی۔ دو روز کے فاقے کے بعد دودھ کی چند چمچیاں بھی نوش کیں جس پر سب کو مزید اطمینان ہوگیا۔ ایک میں ہی تھا جس کے دل میں ایک خوف سنسنا رہا تھا کہ یہ شمع کی آخری ٹمٹماہٹ ہے، عصر کے بعد یہ ٹمٹماہٹ مدھم پڑنا شروع ہوگئی، مجھے پاس بلا کر فرمایا کہ میری ٹانگوں سے جان نکل گئی ہے میں نے اپنی چیخ کا گلا گھونٹ کر بھائی بہنوں کو آواز دی ہم میں سے کسی نے آنسوؤں سے لبریز آواز میں پوچھا "کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟"

"یہاں اپنے پاس اپنے اعمال کو دیکھ رہی ہوں" والدہ نے نہایت توانا آواز میں جواب دیا۔

"کہاں ہیں آپ کے اعمال؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ارے یہ میرے دائیں ہاتھ تو کھڑے ہیں کیا تمھیں نظر نہیں آرہے؟"

"سبحان اللہ!" میرے منہ سے سسکی کے ساتھ بے ساختہ نکلا۔ برین مژدہ گر جاں فشانم رواست۔

اس کے بعد ان کے چہرے پر عجیب تازگی آگئی جیسے شبنم سے دھلا ہوا نو شگفتہ پھول... ایک طویل سانس، جسم کا ہلکا سا ارتعاش، لبوں پر ذرا سا تبسم، آنکھیں آپ سے آپ بند... ہماری ہچکیاں اور سسکیاں۔ اور میرا گریہ بے اختیاری کے ساتھ ان کی پائنتی کے پاس سے لپٹ جانا، یہ تھا میری جنت کے لٹ جانے کا منظر!

غسل اور کفن دینے کے بعد ان کی میت کو گھر کے صحن میں رکھا گیا۔ کسی نے آخری دیدار کے لیے چہرے سے کفن کی چادر سرکائی تو چہرے کے گرد تقدس کا ہالہ دیکھ کر حاضرین نے شور ماتم کے بجائے بلند آواز میں کلمہ طیبہ کا ورد شروع کردیا۔ اس وقت میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے لیکن میں فیصلہ نہ کرسکا کہ یہ آنسو صدمے کے ہیں یا اس احساس مسرت کے، کہ میں ایک عظیم ماں کا بیٹا ہوں! بے اختیار میرا جی چاہا کہ میں میت کی پائنتی کی طرف جاکر والدہ کے تلوے چوم لوں لیکن پھر یہ سوچ کر رہ گیا کہ ؎

کیوں مرے لب سے ہوں جنت کے نشاں آلودہ!

بقیہ: کتاب ہدایت

اس میں جان ڈال دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں چٹیل میدان جس طرح سبزہ زاروں میں تبدیل ہوجاتے ہیں ان میں غور و فکر کرو تو حیات بعد الموت کے مسئلہ کو بڑی آسانی سے سمجھ لوگے اور پھر اس میں تمھارے لیے کوئی استبعاد اور استعجاب نہیں رہے گا۔

قربانی کے فضائل

فضل کریم کھوکھر اسلام آباد

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طریقہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ ان کا طریقہ چلا آرہا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا ہم کو ان میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی! عرض کیا اون والے جانور یعنی بھیڑ دنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔

(ابن ماجہ واحمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی بھی نیک کام اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں اور سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا اور یہ چیزیں ثواب عظیم کا ذریعہ بنیں گی) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(ترمذی و ابن ماجہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی صاحبزادی) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے (قربانی کے وقت) فرمایا کہ اے فاطمہ کھڑی ہو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہوجاؤ کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کی وجہ سے تمھارے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال قربانی فرمائی۔ (مشکوٰۃ)

ان احادیث سے قربانی کی بہت زیادہ تاکید معلوم ہوئی۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پابندی سے قربانی کرنے اور اس کے لیے تاکید فرمانے کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل وسعت پر قربانی کو واجب کہا ہے اور فرمایا ہے کہ صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے (واجب کا درجہ فرض کے قریب ہے بلکہ عمل میں فرض کے برابر ہے)

ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے بہت موٹے تازے چکنے چکبرے خصی ذبح کیے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمھارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمھارے دلوں پر اور تمھارے اعمال پر ہیں۔

حضور علیہ السلام کے پاس دو دنبے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لٹا کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر بسم اللہ و اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے

قریب بھی نہ آئے۔

جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخن سے کچھ بھی نہ کاٹے (جب قربانی کرلے تب کاٹے)
(مسلم)

قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں یہ گائے بھینس، بھینسا، اونٹ، بکری، بکرا، بھیڑ، بھیڑی دنبہ، دنبی کی قربانی کی جاسکتی ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگرچہ کتنا ہی قیمتی ہو اور کھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو لہٰذا ہرن کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح دوسرے حلال جانور قربانی میں ذبح نہیں کیے جاسکتے۔

گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹ اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ، دنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال بھر والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو تو اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے بشرطیکہ چھ مہینے سے کم کا نہ ہو اگر اتنا موٹا تازہ ہو جس کا ابھی ذکر ہوا تو کسی مفتی کو دکھا لیں پھر ان کے قول کے مطابق عمل کریں۔

کیسے جانوروں کی قربانی درست ہے؟

چونکہ قربانی کا جانور بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے اس لیے جانور خوب عمدہ موٹا تازہ، صحیح سالم عیبوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کی آنکھ، کان اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔ (رواہ الترمذی)

مسئلہ: گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی میں سات حصے ہوسکتے ہیں یعنی ان میں سے ایک جانور میں سات قربانیاں ہوسکتی ہیں خواہ ایک ہی آدمی ایک گائے لے کر اپنے گھر کے آدمیوں کے وکیل بننے سے ان کا وکیل بن کر سات حصے تجویز کرکے ذبح کردے یا مختلف گھروں کے آدمی ایک ایک یا دو دو حصے لے کر سات حصے پورے کرلیں، دونوں صورتوں میں قربانی درست ہوجائے گی۔

مسئلہ: چونکہ عقیقہ بھی ثواب کا کام ہے اس لیے قربانی کی گائے یا اونٹ میں اگر کچھ حصے قربانی کے اور کچھ حصے عقیقہ کے ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: یہ بات بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ، نانا نانی، دادا دادی کو کھانا درست نہیں اس کی اصل کچھ نہیں، اس کا حکم قربانی جیسا ہے۔

مسئلہ تکبیر تشریق: قربانی کے ایام میں تکبیر تشریق شروع ہوتی ہے یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ یہ پڑھیں:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

مرد زور سے پڑھیں اور عورتیں آہستہ پڑھیں نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرہویں تاریخ کی نماز عصر تک یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جائے سلام پھیر کر فوراً پڑھیں۔

مسئلہ: اگر چھ آدمیوں نے قربانی کا ایک حصہ لیا اور ایک شخص نے ایک حصہ گوشت کھانے یا تجارت کرنے کی نیت سے لے لیا مقصد قربانی کا ثواب لینا نہ تھا تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ اگر قربانی کی گائے میں کسی مرتد، قادیانی، بددین کو شریک کرلیا تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اس کی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ تھا نہ اس کی جس کا حصہ ساتویں حصہ سے کم تھا۔

مسئلہ: چھوٹے جانور یعنی بکرا، بکری وغیرہ

میں شرکت نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: جو جانور تین پاؤں سے چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا یعنی چلنے میں اس سے سہارا نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے اور ایک پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور کچھ دانت گر گئے لیکن جو باقی ہیں وہ تعداد میں گرجانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان ہیں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہوسکتی ہے۔

مسئلہ: قربانی کے لیے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی مل گیا تو اس کو بھی گائے میں شریک کرلیں گے اور قربانی کریں گے۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ گائے میں شریک ہوگئے تو یہ درست ہے اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کا شریک ہونا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو دیکھنا چاہیے کہ جس کو شریک کیا ہے وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہیں، اگر امیر ہے تو درست ہے اور اگر غریب ہے تو درست نہیں۔

مسئلہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ بقرعید کے روز قربانی تک روزے رہے۔ یہ محض بے اصل ہے۔ البتہ قربانی سے پہلے کھانا نہ کھانا مستحب ہے لیکن وہ روزہ نہیں، نہ روزہ کا ثواب ہے نہ روزہ کی نیت ہے۔

مسئلہ: بعض لوگوں سے یہ سنا گیا ہے کہ جو شخص قربانی میں حصہ لے اس کو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے گوشت کھانا بند کردینا چاہیے سو یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ: قربانی تو صرف اپنی جانب سے واجب ہے اپنی اولاد یا بیوی کی طرف سے یا والدین کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں۔ اگر مالیت کے اعتبار سے ان لوگوں پر الگ قربانی واجب ہوتی تو ہر ایک شخص اپنی طرف سے قربانی کردے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ مسئلہ کی رو سے قربانی واجب نہ تھی یعنی اس کے پاس اتنا مال نہ تھا جس پر قربانی واجب ہوتی لیکن اس نے جانور خرید لیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر قربانی کا جانور خرید لیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہ تھی اور اس نے ثواب کے شوق میں جانور خرید لیا تھا تو اسی کی قربانی کردے۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں اگر کسی نے قربانی کا جانور خریدا اور وہ گم ہوگیا اس لیے دوسرا جانور خریدا پھر وہ پہلا بھی مل گیا تو اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق پڑا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں کی قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: شرعی مسافر یعنی جو شخص اپنے شہر یا بستی سے ۴۸ میل سفر کے ارادے سے ایام قربانی سے قبل نکلا ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہاں اگر قربانی کے دنوں میں کسی دن گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ ۱۵ دن قیام کی نیت کرے تو اس پر قربانی واجب ہوجائیگی۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائشی ہی سے سینگ نہیں لیکن عمر اتنی ہوچکی ہے جتنی قربانی کے جانور کی ہوتی لازم ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر اس کے سینگ نکل آئے اور ان میں سے ایک یا دونوں کچھ ٹوٹ گئے تو ایسے جانور کی قربانی ہوسکتی ہے ہاں البتہ اگر بالکل جڑ سے اکھڑ گئے ہو

تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے جانوروں کی قربانی فرمائی ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت آپ کھائے اور اپنے رشتے ناطے کے لوگوں کو دے اور فقیروں، محتاجوں کو خیرات کرے اور بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تہائی حصہ خیرات کرے۔ خیرات میں تہائی سے کمی نہ کرے لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تو بھی گناہ نہیں ہے اور اگر عیال دار ہے اور سارا گھر والوں کو کھلا دیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یوں ہی خیرات کردے یا بیچ کر اس کی قیمت خیرات کردے وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں بعینہٖ وہی خیرات کرنا چاہئے اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کر ڈالے اور اتنے ہی پیسے اپنے پاس سے دے دیئے تو بری بات ہے مگر ادا ہو جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کھال کو اپنے کام میں لائے، جیسے اس کی مشک یا ڈول یا جانماز بنوالی یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ خیرات ہی کرنا چاہئے۔

مسئلہ: کچھ گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ اپنے پاس سے الگ سے دے۔

مسئلہ: اپنی خوشی سے کسی مردے کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے تو اس کے گوشت سے خود کھانا، کھلانا، بانٹنا سب درست ہے جس طرح قربانی کا حکم ہے۔

قربانی کا وقت

مسئلہ: بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے افضل ترین دن بقرعید کا دن ہے۔ پھر گیارہویں پھر بارہویں۔

مسئلہ: بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ نماز عید پڑھ چکیں تب قربانی کریں۔ البتہ اگر کوئی دیہات یا گاؤں میں ہو جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی تو وہاں دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد قربانی کر دینا درست ہے۔

مسئلہ: بارہویں تاریخ کا سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کر دینا درست ہے جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں۔ رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو اس کی قربانی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو لیکن جب قربانی دیہات میں بھیج دی جائے تو نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہو گیا۔ ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوا لے اور گوشت کھالے۔

مسئلہ: مالدار کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں اور اپنے نوکر چاکر کو دینا بھی درست ہے لیکن کام کے بدلے اور محنت مزدوری کے معاوضے میں نہیں دے سکتے۔ اگر کوئی نوکر غیر مسلم ہے اس کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں بلکہ نوکر کے علاوہ بھی کوئی پاس پڑوس میں کافر گوشت طلب کرے تو اس کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں ہی میں جانور کی قربانی کرنا لازم ہے اگر جانور کو زندہ صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہوگی ہاں اگر قربانی کے دنوں میں کوئی شخص ذبح نہ کر سکا مثلاً جانور نہ ملا یا کوئی اور بات پیش آگئی تو تین دن گزر جانے کے بعد اگر جانور موجود ہے تو اس کو صدقہ کر دے ورنہ کسی محتاج کو قیمت دیدے۔

مسئلہ: سات آدمی بھینس میں شریک ہوئے تو گوشت بانٹتے وقت اٹکل سے نہ بانٹیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں نہیں تو اگر کوئی حصہ کم یا زیادہ رہے گا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔

مسئلہ: قربانی کے جانور کے تھنوں میں اگر دودھ آجائے اور ذبح کا وقت نہیں آیا تو تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیں تاکہ دودھ اتر نہ رک جائے اور اگر دودھ نکال لیا تو اس کو صدقہ کر دیں۔ اسی طرح ذبح سے پہلے اگر اون کاٹ لیا تو اس کا بھی صدقہ کر دیں ہاں اگر ذبح کے بعد دودھ نکالا اون کاٹا تو اس کو اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ اگر قربانی نذر کی ہو تو اگرچہ ذبح کے بعد دودھ نکالا یا اون کاٹا تب بھی دونوں چیزیں صدقہ کر دیں۔

مسئلہ: جو جانور اندھا یا کانا ہو، ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا تہائی دم یا تہائی سے زیادہ کٹ گئی ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن کوئی چیز تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ (عیدگاہ) سے واپس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔ (دارقطنی۔ ج ۲ ص ۴۵)

مسئلہ: اتنا دبلا پتلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو، اس کی قربانی درست نہیں ہے اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ نہیں اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

منت کی قربانی

مسئلہ: جس نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے چاہے مالدار ہو یا نہ ہو اور منت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کر دے۔ نہ آپ کھائے نہ امیروں کو دے اس سے جتنا آپ کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہو اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

وصیت کی قربانی

مسئلہ: اگر کوئی وصیت کر کے مر گیا کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس کی وصیت کے مطابق اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت وغیرہ خیرات کر دینا واجب ہے (واضح رہے کہ وصیت میت کے ترکہ کے ۱/۳ کے اندر اندر نافذ ہو سکتی ہے)

غائب کی طرف سے قربانی

مسئلہ: کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے بغیر اس کے کہنے یا خط لکھنے کے قربانی کر دی تو یہ قربانی درست نہیں ہوئی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر تجویز کر لیا گیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر غائب آدمی خط لکھ کر وکیل بنا دے تو اس کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں جن کے لڑکے، رشتہ دار مشرق وسطیٰ کے کسی دور شہر میں ہیں یا یورپ یا امریکہ میں ملازم ہیں اگر وہ لکھ دیں کہ ہماری طرف سے قربانی کر دی جائے تو اس کی طرف سے قربانی کرنے سے ادا ہو جائے گی۔

ذبح کرنے کا بیان

مسئلہ: قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اور دوسرے سے ذبح کرانا بھی جائز ہے اگر دوسرے سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود ہو تو بہتر ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قربانی کے جانور کے قریب حاضر ہونے کا حکم فرمایا مگر عورت کو پردہ کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: مسلمان کا ذبح کرنا بہرحال درست ہے چاہے عورت ذبح کرے یا مرد، چاہے پاک ہو یا ناپاک۔ مرتد، زندیق، قادیانی، ملحد کا ذبیحہ حرام ہے ان سے ذبح نہ کرائیں، نہ قربانی کے موقع پر اور نہ کسی اور موقع پر اگر ان سے ذبح کرا لیا تو نہ قربانی ہوگی نہ گوشت حلال ہوگا۔

مسئلہ: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرکے تیز چھری ہاتھ میں لے کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے کو

کاٹے یہاں تک کہ چاروں رگیں کٹ جائیں، ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دوشہ رگیں جو نرخرے کے دائیں بائیں ہوتی ہیں اگر ان چاروں میں سے تین ہی کٹیں تو بھی درست ہے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہے اور اس کا کھانا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: ذبح کرتے وقت بسم اللہ قصداً نہیں پڑھی تو وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول جائے تو کھانا درست ہے۔

مسئلہ: کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ اور منع ہے اسی طرح ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا، ہاتھ پاؤں توڑنا اور کاٹنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر مادہ جانور کی قربانی کی اور اس کے پیٹ سے بچہ نکل آیا تب بھی قربانی ہو گئی اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں اگر دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہو گئی لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: جب قربانی کا جانور ذبح کر دے تو اس کی جھول، رسی اور نکیل وغیرہ صدقہ کر دے۔

مسئلہ: جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹائے تو یہ دعا پڑھے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ۝ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ۝ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۝ اللهم منک ولک

"میں اس اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے میں سب سے الگ ہو کر خدا کی عبادت کرتا ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرماں بردار لوگوں میں سے ہوں۔ الٰہی! میں تیری خوشنودی کے لیے یہ قربانی کرتا ہوں۔"

بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اللهم تقبل منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراهیم علیهما الصلاة والسلام

"الٰہی! تو میری قربانی قبول فرما جس طرح تو نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے خلیل (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کی قربانی قبول فرمائی ہے۔"

ذبح کی اغلاط

مسئلہ: مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کی بخشش نہ ہو گی یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے ہیں سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس چاقو یا چھری سے جانور ذبح کیا جاوے اس کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس چاقو یا چھری میں تین کیلیں ہوں سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ: مشہور ہے کہ ولد الزنا (حرام زادہ) کا ذبیحہ درست نہیں سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ ذبح کرتے وقت حرام مغز (وہ سفید غدود جو گردن کی ہڈی کے اندر ہوتی ہے) کاٹ ڈالتے ہیں حالانکہ جن رگوں کا کاٹنا ضروری ہے وہ پہلے ہی کٹ چکی ہوتی ہیں یہ غلط ہے اور ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح بعض لوگ ذبح کرتے وقت گردن توڑ دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک نہیں ہے اس سے جانور کو زائد تکلیف ہوتی ہے اور یہ حدیث شریف میں منع ہے۔

السیدہ نعمۃ (قاہرہ مصر)

مسلمان عورت

مترجم پروفیسر سید یحییٰ ندوی

اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اس نظام اخلاق اور صراطِ مستقیم پر پھر سے جادہ پیما ہو جائیں تو یقیناً اس منزلِ حقیقت تک ان کی رسائی ہو جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے جس جس چیز کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے بلاشبہ اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سخت مضرتیں ہیں، شدید نقصانات ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جس کام ...... کا حکم دیا ہے اس میں افراد اور جماعت (سوسائٹی) دونوں کیلئے فوائد بھلائیاں اور خیر و فلاح مضمر ہیں اللہ علیم و خبیر ہے اس لیے اس نے چاہا کہ ہمیں تمام ضرررساں چیزوں سے محفوظ رکھے اور اپنی آیات کریمہ اور نصائح حکیمہ سے ہماری سیرت و اخلاق کی تربیت و تعمیر کرتا رہے اور ہمارے لیے پاکیزہ زندگی اور حیات طیبہ کے اسباب مہیا فرمائے اور ہمیں ایک ایسی خوشگوار اور صاف ستھری زندگی عطا فرمائے جس میں ہر قسم کی دنیوی بدنصیبی اور آخروی بدبختی کا فور ہو، جو عسرت و تنگدستی کی زحمت سے دور ہو اور جو دنیا و آخرت کی تمام کامرانیوں اور کمال خوش بختیوں سے معمور ہو۔ بیشک اللہ بڑا شفقت والا اور بڑا رحم والا ہے۔ واللہ رؤف رحیم۔

عورت کا بناؤ سنگھار کر کے اپنی نمائش کرتے پھرنا اس کا زیب و زینت کے ساتھ آراستہ ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے آنا اور اپنی آرائش جمال اور زیبائش حسن کی غیر مردوں کے سامنے نمود و نمائش کرنا بڑی ہی شرانگیزی اور انتہائی فتنہ خیز بات ہے یہی مردوں کے نفوس کے اندر حیوانی شہوات کے فتنہ خوابیدہ کو جگاتی ہے۔ ان کی خواہش نفس کی چھپی ہوئی چھوٹی سی چنگاری کو ہوا دیکر اسے شعلہ جوالہ بنا دیتی ہے۔ عورت کے حسن زیبا اور اس کے جمال آشکارا کی مثال ان لذیذ، خوش ذائقہ، خوشبودار اور خوش رنگ کھانوں کے کھلے ہوئے دلکش خوانوں کی سی ہے جو بھوکے آدمیوں کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی رنگینی دیکھ کر، ان کی خوشبو کو سونگھ کر انسان کی سوئی ہوئی بھوک بھی جاگ اٹھے گی اور کھانے کی خواہش بھی بھڑک اٹھے گی اور بری نگاہ نفسانی جذبات کی آگ پر تیل کا کام کرتی ہے۔ آنکھیں اور دوسرے حواس خمسہ ہمارے نفس کے سامنے جن چیزوں کو خوشنما اور دلکش بنا کر پیش کرتے ہیں ہمارا نفس بھی ان ہی چیزوں کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمان مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اس کے بعد اپنا یہ حکم ارشاد فرمایا "یحفظون فروجهم" یعنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے رہیں۔ اس طرح مسلمان عورتوں کو پہلے یہ حکم دیا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اسی کے فوراً بعد یہ حکم دیا کہ و یحفظن فروجهن یعنی اپنے اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کریں اور اپنے حدود ستر کی نگہداشت کا پورا پورا اہتمام رکھیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان کی نگاہ ہی بدکاری کی پہل کرتی ہے۔ اسی لیے مسلمان مردوں اور عورتوں کی نظر کو آزاد چھوڑنے اور نگاہ کی چوری سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور آنکھوں کو بے محابا آزاد چھوڑنا اور نگاہوں کو شتر بے مہار کی طرح بے باک

رکھنا جرم اور خیانت قرار دیا گیا ہے اور اس سے تاکید اً روکا گیا ہے کہ ان ہی باتوں سے مرد اور عورت دونوں کی نفسانی خواہشیں اثر پذیر ہوتی ہیں۔ اسی لیے ایک عفیف پاکباز اور خدا ترس مسلمان مرد کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی بیباک اشہب نگاہیں شرم وحیا کی لگام ڈالے اور اپنے رہوار چشم کو عفت و پاکیزگی کی باگ ڈور پہنائے تاکہ ان تمام محرکات و دواعی سے نجات حاصل کرے جو اس کے قدموں میں لغزش پیدا کرنے والی ہوں۔ اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہوں۔ کیونکہ شہوت اسی وقت بھڑکتی ہے جب اسے دعوت نظارہ دے کر بھڑکایا جائے۔

ایک بے شرم اور بے حجاب عورت یعنی متبرجہ کی مثال اس دہکتے ہوئے انگارے کی سی ہے جو سوکھی لکڑی کے لیے پیغام ہلاکت ہے۔ یہ مجسم فتنہ بدوش، یہ سیہ کار گناہ باآغوش وہ آتش پرکالہ ہے جو اپنے حسن جہاں سوز سے بندگان خدا کے دین ودانش کو پھونکتی ہے، ان کے عقل وہوش کو خاک وسیاہ کرتی ہے اور اپنے پورے ماحول میں شر وفساد اور ذلت و نکبت کی آگ پھیلا دیتی ہے۔ ایسی عورت جو شاہراہوں میں، گلیوں اور کوچوں میں بے پردہ نکلتی ہے اور عام مجلسوں میں مخلوط محفلوں میں، پبلک کانفرنسوں میں بیباکانہ شریک ہوتی ہیں اور شمع انجمن اور زینت محفل بنتی ہیں، اسے یقیناً فساق وفجار، غنڈے اور شہدے (چاہے وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا نوجوان ہوں) حریصانہ نگاہوں کا ہدف بناتے ہیں۔ وہ بد نظر، نفس پرست اور خواہشوں کے پیاسے اس عورت کے جسم کے ابھار اور بدن کے گداز کی پیشکش کے سہارے نجاست کی بھوکی مکھیوں کی مانند اپنی خائن آنکھوں سے اس کی طرف جھپٹتے ہیں اور اپنی ناپاک روح کی تسکین کا اور حرص وہوس کی آسودگی کا کام لیتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بے پردگی اور تبرج وہ خوفناک کلہاڑی ہے جس سے امت مسلمہ کے ٹکڑے کیے جاتے ہیں اور یہ وہ دو دھاری تلوار ہے جس سے پاکیزہ اخلاق کا خون ہوتا ہے۔

ہر وہ عورت جو دلہن کی طرح بن سنور کر پردے سے بے باکانہ باہر نکل آتی ہے وہ زبان حال سے یہ اعلان کرتی ہے۔ کوئی وصال کا طالب ہے جو شربت وصل پیے اور پلائے؟ ایسی عورت اپنے حسن وجمال کی آرائش اور اپنی سج دھج کے کمال کو مردوں کے سامنے اس طرح نکھار کر پیش کرتی ہے جس طرح کوئی تاجر اپنا مال تجارت خریدار کے سامنے خوب سجا کر پیش کرتا ہے یا جس طرح کوئی حلوہ فروش اپنی مٹھائیاں خوشنما رنگوں سے رنگ کے چاندی کے تابناک ورق لپیٹ کر اور چمکیلے تھالوں میں سجا کر اپنی دکان میں آنے جانے والے ہر گاہک کے لیے پیش کرتا ہے تاکہ للچائی ہوئی نگاہیں اس کی طرف لپکیں، دیکھنے والوں کے منہ میں پانی بھر آئے، رال ٹپکیں دلوں میں شوق کی آگ بھڑکے اور خریداروں کی تعداد میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔

اے سبحان اللہ! عورتوں کی عجوبہ طرازیوں اور کرشمہ سازیوں کے بھی کیا کہنے ہیں! سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایک شریف خاتون ایک پاک دامن بی بی، ایک عفیفہ عورت کی غیرت وحمیت اسے کس طرح قبول کر سکتی ہے کہ وہ کسی غیر محرم مرد کی نگاہ توجہ کو اپنی جانب منعطف کرے اور زبان حال سے یہ کہے۔

پھر کہئے کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجئے

ایک غیور عورت کی خودی اور خود داری اسے کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اجنبی مرد کو اپنی خوبصورتی، آرائش وزیبائش اور نمائش کے ذریعے دعوت نظارہ دے۔ محبت کی پینگیں بڑھائے اور اپنی تمنا اور آرزو کرنے کا موقع بخشے۔ ایک شریف اور پارسا خاتون جسے اپنی عفت ہر قیمت پر محبوب ہے، اور جو اپنی عزت وناموس کو دولت بیش بہا سمجھتی ہے، اس کا چہرہ تو اس طرح کی بات کے تصور ہی سے مارے شرم کے سرخ ہو جائے گا اور اپنی زینت کو چھپانے میں بڑی شدید احتیاط سے کام لے گی۔

میں نے خود اپنے کانوں سے ایک بدکار مرد کو یہ کہتے سنا اور افسوس ہے کہ آج ہماری سوسائٹی میں ایسے ہی شہدوں کی کثرت ہے) وہ مرد ایک نوجوان، خوبصورت، بنی سنوری عورت کو دیکھ کر ایک دوسرے مرد سے کہہ رہا تھا۔ "اے کاش یہ نوجوان حسینہ یہ مست شباب عورت میری آغوش الفت میں ایک رات ہی رہتی!" اور وہ اس حسینہ کی طرف گرم گرم نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے سیہ کاری وفحاشی کے شعلے نکل رہے تھے پھر میرے قریب ہی دوسرا مرد ایک نیم بے حجاب عورت کو دیکھ کر یہ کہہ رہا تھا۔ "ان شامت زدہ عورتوں کے سایہ سے بھی بھاگو۔ آخر ہم گوشت اور خون سے بنے ہوئے انسان ہیں کوئی پتھر کے گونگے بہرے بت نہیں ہیں۔"

افسوس وحسرت ہے ان عورتوں پر جو شرم وحیا عفت وعصمت کے سارے حدود توڑ کر باہر نکل آئیں، اگر عورت اپنے احتشام واحترام اور وقار وتمکنت کا پاس ولحاظ رکھتی، اگر وہ اس بے راہ آزادی اور فوضویت (انارکی) سے دور رہتی اور اپنی رفتار وگفتار، لباس وپوشاک میں اسلام کے مقرر کردہ حدود سے انحراف اور اسلامی نظام معاشرت سے بغاوت نہ کرتی تو آج ہماری سوسائٹی میں یہ تباہ کن اخلاقی بگاڑ ہرگز نہ رونما ہوتا۔ یہ معاشرتی شر وفساد اس بری طرح نہ پھیلتا۔ آج پوری کی پوری قوم کا شیرازۂ اخلاق بکھر چکا ہے۔ آج ملت اسلامیہ اپنی عزت وشوکت کے تمام اسباب کھو کر دنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ ذلیل وخوار ہو چکی ہے۔ اور ہم مسلمان دنیا کی دوسری قوموں کے لیے محض ایک سامان تمسخر واستہزا بن کر رہ گئے ہیں۔

ایک عورت کے لیے شرم وحیا، تمکنت ووقار اور اپنی نظریں نیچی رکھنا وہ اعلیٰ خوبیاں ہیں اور بیش بہا اسلاح ہیں اور وہ مضبوط ترین سپر اور زرہ بکتر ہیں جو عورت کی عزت وناموس کی حفاظت وصیانت میں بہت بڑا دخل رکھتی ہیں۔ ان ہی اخلاقی اسلحہ سے پورے نظام خاندان کی حفاظت ہوتی ہے۔ کتنی گنہگار نگاہیں ہیں جو درحقیقت ہمارے معاشرے میں فتنہ وفساد کا موجب ہوتی ہیں، خون خرابہ اور نفاق وشقاق کا اصلی سبب بنتی ہیں اور زن وشوہر کے درمیان افتراق کا باعث ہوتی ہیں۔ یہی نگاہیں اولاد کے اندر باہمی نفرت وعداوت اور شقاوت قلب کا بیج بوتی ہیں۔ یہ نگاہ بد وہ بری بلا ہے جس کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

نظرة فابتسامة فسلام
فکلام فموعد فلقاء

اف نگاہ! ارے! یہی تو سب کچھ ہے۔ اس کا آغاز محض ایک معصوم تبسم سے ہوتا ہے۔ پھر یہ سلام شوق کے پیکر میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس کے بعد پیام محبت کا روپ بھرتی ہے اور پھر وعدہ ملاقات پھر وصل۔

کل الحوادث مبداھا من النظر
ومعظم النار من مستصغر الشرر

تمام حادثوں اور فتنوں کی ابتدا نگاہ سے ہی ہوتی ہے۔ آگ کے بڑے بڑے الاؤ ایک چھوٹی سی چنگاری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

کم نظرة فتکت فی قلب صاحبھا
فتک السھام بلا قوس ولا وتر

کتنی فتنہ خیز نگاہیں ہیں جو بے تیر و کمان کے اپنے ساتھی کے قلب وجگر میں اتر جاتی ہیں اور تیر کے مانند انہیں چھید ڈالتی ہیں۔

یسر مقلته ما ضر مھجته
لا مرحبا بسرور جاء بالضرر

اس کی نگاہ ناز نے اس مشکل کو آسان کر دیا جس کو خون دل نے بھی دشوار تر کر دیا تھا۔ کوئی شخص اس مسرت وخوشی کا خیر مقدم نہیں کیا کرتا جو مضرتوں اور کلفتوں کو بھی اپنے جلو میں ساتھ لائے۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا ایک آہ کے ساتھ

یہ انسان کی نگاہ ہی ہے جو انواع

واقسام کے مرغوب لذیذ اور خوش رنگ کھانوں کو دیکھ کر لذت اندوز ہوتی ہے۔ عمدہ عمدہ خوشنما رنگ برنگ کے پھلوں کو دیکھ کر نگاہ وہ مزے لیتی اور وہ لذت حاصل کرتی ہے کہ خود انسان کے کام و دھن بھی ان سے وہ لذت اور مزے حاصل نہیں کر سکتے۔

جب انسان دنیا کی اور دوسری خوشنما چیزوں اور حسین مناظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہو سکتا ہے تو پھر وہ حسن و جمال کی جیتی جاگتی انسانی تصویروں کی خوبی و زیبائی کی ان چلتی پھرتی مورتوں کو، ان دلکش اور نظر زیب صورتوں کو، گوشت و پوست سے بنے ہوئے لذت و لطف کے مجسموں کو اور ناز و ادا اور عشوہ و غمزہ کے پیکروں کو دیکھ کر کیوں لذت و سرور نہ حاصل کریگا؟

اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

العین تزنی وزناھا النظر

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نگاہ بد ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

کل من ینظر الی مراۃ لیشتھیھا فقد زنی بھا فی قلبھا۔

جو مرد کسی اجنبی عورت کی جانب شہوت سے دیکھتا ہے تو گویا وہ واقعی اس کے ساتھ زنا کا مرتکب ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نگاہ کے ذریعے سے کسی غیر محرم عورت سے متمتع ہونا بھی زنا کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں لذت اندوزی کا ایک وافر حصہ موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عام طور پر خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن بدصورت عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے حالانکہ نسائیت اور عورت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

مختصر یہ کہ نگاہ کی لذت بھی ایک بڑی لذت ہے۔ لوگ اپنی اس گراں قدر دولت کی کس قدر مقدار محض اپنی نگاہوں کی تسکین کی خاطر اور صرف نظر کے لطف و مزہ کے لیے پھونک ڈالتے ہیں۔ مثلاً اپنے گھروں کو دلکش طریقہ سے سجاتے ہیں۔ دیواروں اور چھتوں کو خوشنما پردوں اور چادنیوں سے مزین کرتے ہیں۔ چمن لگاتے ہیں۔ پھلواریاں اگاتے ہیں اور طرح طرح کے رنگین اور جاذب نگاہ بیل بوٹے کھلاتے ہیں اور سرسبز درخت نصب کرتے ہیں اور رنگ برنگ کے خوشنما پھول کھلاتے ہیں۔ بیش قیمت فرنیچر اور شاندار قالینوں سے بنگلوں کو سجاتے ہیں اور کمروں کو آراستہ کرتے ہیں اور یہ تمام نظر فریب ساز و سامان اور یہ تمام مناظر جنت نگاہ محض نگاہوں کو آسودگی بخشنے اور آنکھوں کے لیے لذت و سرور فراہم کرنے ہی کیلئے تو ہیں۔ اور نگاہ کی یہ لذت اندوزی تو ہر قسم کی لذت و مسرت میں شریک غالب رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کھانے کے مزے لوٹنے میں بھی یہ سب سے زیادہ حصہ لیتی ہے۔ چنانچہ یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے۔

"العین تاکل اکثر من الفم" آنکھ کام و دھن سے بھی زیادہ کھاتی ہے۔ نگاہ کی بھوک پیٹ کی بھوک سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ثلاثۃ اعین لا تمسھا النار۔ عین غضت عن محارم اللہ وعین حرست فی سبیل اللہ وعین بکت من خشیۃ اللہ۔

تین قسم کی آنکھیں ہیں جنھیں دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ بتائے ہوئے محرمات سے اپنی نگاہ بند رکھے۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے طریقے اور اس کی بتائی ہوئی راہ کی نگہبانی میں کھلی رہے۔ تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے خوف اور اس کے خشیت سے گریاں رہے۔

اے شریف مسلمان بی بی! اپنی عفیف روح کو، اپنے ظاہر جسم اور اپنے پاک بدن کو ان ناپاک آوارہ نگاہوں کی گندگیوں سے بچائے رکھنا۔ اے بی بی! شرم و حیا کی سپر اور غیرت و خودداری کے ہتھیاروں سے

سے کون ہے جو ایک مسلمان شریف خاتون اور ایک مسیحی عورت یا یہودی عورت کے درمیان فرق کر سکے؟ آج کون ہے جو ایک بازاری عورت ایک فاحشہ اور فاجرہ عورت اور ایک عفیفہ، پاک دامن اور شریف بی بی کے درمیان خط امتیاز کھینچ سکے؟ یہی وجہ ہے کہ آج فساق و فجار کو اور غنڈوں اور شہدوں کو جرات ہو رہی ہے کہ وہ پاک دامن، پاکیزہ اخلاق اور باعصمت بیبیوں پر بھی اسی طرح بری نگاہ ڈالتے ہیں جس طرح بازاری عورتوں پر۔ کیونکہ گندی روح والے یہ بداخلاق مرد انھیں بھی اسی طرح اپنا "شکار" سمجھتے ہیں۔ آج شرافت کی آنکھ وہ سب کچھ دیکھتی ہے جو شریف عورتوں کی ذلت و رسوائی اور سر بازار ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی صورت میں آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ آج شرافت کے کان وہ سب کچھ سنتے ہیں جو سر راہ شریف عورتوں پر گندے آوازے کسے جاتے ہیں اور شریف زادیوں سے انتہائی فحش اور شرما دینے والے ہنسی مذاق کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ ہائے صد حسرت و افسوس ان عورتوں پر!

اے شریف مسلمان خاتون! تو نے اپنی عزت گنوائی، اپنی آبرو پر پانی پھیر دیا اور اپنی عصمت و حیا، اپنے وقار و تمکنت اور اپنی نجابت و شرافت کو ہمیشہ کیلئے رخصت کر دیا۔ اے بی بی سن، یہ دوپٹہ تیرے شانے سے سرک کر نہیں گرا بلکہ تیری شرم و حیا تیری عزت اور آبرو کی عمارت گر پڑی۔ یہ تیری چادر تیرے سر سے نہیں اتری بلکہ تیرے ننگ و ناموس کی چادر تار تار ہو گئی۔ گویا اس دوپٹے کے عوض تو نے ذلت و خواری اور اہانت و رسوائی کی چادر اوڑھ لی۔ اس ردائے شرافت کے بدلے تو نے بے راہ روی، آزادی اور اخلاقی انارکی کا رسوائے عالم لباس پہن لیا۔ ہر چشم بینا نے تیری طرف نگاہ حقارت سے دیکھا کہ تو نے یہ کس قدر ذلت و شرم، کیسی فضیحت و رسوائی اور کتنے ننگ و عار کا کام کیا۔

اے خاتون اسلام! تیرا دوپٹہ دین اسلام کا شعار ہے، تیری چادر تقویٰ اور خدا ترسی کی نشانی ہے۔ تیرا برقعہ شرم و حیا، تمکنت و وقار کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ تیری یہ ردائے پردہ دار، تیری جلالت شان کی آئینہ دار ہے اور تیری عزت و احترام کے لیے ایک ناقابل شکست آہنی دیوار ہے۔ اے اسلام کی بیٹی تیرا یہ دوپٹہ عرف تیرے سر کی چادر ہی حقیقت میں یہ تیرا تاج حسن و جمال ہے۔ یہ چادر ہی حقیقت میں تیرے لیے سب سے بڑی دلیل فضیلت و شرافت اور سب سے روشن برہان ادب و کمال ہے۔

اے خاتون اسلام! کہیں تو بھی عہد جدید کی ان کندہ ناتراش، جاہل، بد دماغ، کند ذہن مغرب زدہ عورتوں کی طرح یہ نہ سمجھ لینا کہ تیری یہ چادر عورت کے زوال کی، اس کی جہالت و نادانی کی، اس کی رجعت پسندی کی، اس کے انحطاط اور پستی کی نشانی ہے اور عورت کی بے پردگی، اس کی بے باکی، اس کی خود نمائی اور اس کی نمود جمال و نمائش حسن اس کے علم و دانش کی اور اس کی ترقی و روشن خیالی کی دلیل ہے۔ یا عورت کی غیر محدود آزادی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی ہی اس کی تہذیب و تمدن کی اس کی تمیز و شائستگی کی اور اس کی وجاہت و امارت کی علامت ہے! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!!

حقیقت میں شریف بی بی مہذب و متمدن عورت اور باوقار و معزز خاتون تو وہ ہے جو اپنے دین و مذہب سے پوری طرح واقف ہو جو اپنے رب سے ڈرتی ہو، کیوں کہ دین کی معرفت اور اللہ کی خشیت ہی حقیقی علم ہے۔ یہی صحیح روشنی اور اصل نور ہے۔ ایک کمینہ عورت ایک بے حجاب عورت، ایک بے پردہ اور فاحشہ عورت جو نہ شرم و حیا کو جانتی ہو نہ اپنے پروردگار کو پہچانتی ہو بلکہ جو اپنے دین و ملت کے علی الرغم اور اپنی شرافت و عزت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتی ہو، جو اپنے خدا اور رسول کے خلاف اعلان جنگ کرتی ہو اور جسے اپنے

میں بدچلن اور فاحشہ نہیں لیکن کیا وہ شرم و حیا کے معیار پر، شرافت و عفت کی کسوٹی پر ایک پاک دامن اور عفیفہ بی بی کی حیثیت سے پوری اتر سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین۔

(اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدیجئے کہ وہ جب کسی ضرورت سے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادروں سے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں۔ یہ اس بات کے قریب ہے کہ ان کا شریف زادیاں ہونا واضح ہو جائے اور وہ ستائی نہ جائیں۔)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی عورتوں کو اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ وہ اپنی عزت و خودداری کو اپنی عفت و شرافت کو، حفاظت ناموس کے احاطہ میں لے لیں۔ اور اللہ تعالیٰ یہ تنبیہ کرتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی عظمت اور بڑائی، ان کی عزت و تمکنت، ان کی جلالت شان اور عظمت اور بڑائی، ان کی عفت و ناموس کا نشان ان کی اسی نگہداشت آبرو، اسی تطہیر اخلاق اور اسی شرافت نفس اور اسی عفت قلب اور پاکی نگاہ میں پوشیدہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی عورتوں کے لیے یہ بات لازمی قرار دی جائے کہ وہ ہر گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اپنے اوپر جلباب (بڑی چادر) ڈال لیا کریں (یعنی گھر سے باہر نکلتے وقت معمولی لباس کے اوپر) ایک لمبی چوڑی فراخ چادر ڈال لیں جو سر سے پاؤں تک ان کے پورے جسم کو ڈھانک لے اور عورت کے لباس، اس کے جسم کے محاسن اور اس کی زینتوں کو پوری طرح چھپا لے۔ چادر کی لمبائی اور فراخی کی وجہ سے نہ ان کی رنگت معلوم ہو اور نہ شکل و صورت۔ جلباب اصل میں اس بہت بڑی لمبی چوڑی چادر کو کہتے جو ہر جانب سے عورت کے پورے جسم کو گھیرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو اس امر کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ اپنے ایمان و تقویٰ، دینداری اور خدا ترسی، شرم و حیا کو بدکلامیوں اور گستاخ زبانیوں سے محفوظ رکھیں۔ ان کے پاکیزہ جذبات بوالہوس اور گستاخ نگاہوں سے مجروح نہ ہونے پائیں۔ پاکیزگی اخلاق کی یہ تعلیم کب اور کہاں دی جا رہی ہے؟ خود پاکیزگی سعادت نبوی میں اور مدینہ رسول کے اندر جو پاکیزگی اخلاق کا مرکز اور طہارت نفس کا گہوارہ تھا۔ اور وہاں منافقین کے علاوہ کسی فرد واحد سے بھی اس قسم کی بیجا حرکتوں کا قطعی کوئی خدشہ لاحق نہ تھا تو اب ہمارے اس زمانے کی بابت اور ہمارے ان شہروں کی متعلق کیا پوچھنا ہے کہ جب کہ پورا معاشرہ فتنہ و فساد سے معمور ہو اور ساری سوسائٹی اخلاق کے بگاڑ سے بھری ہوئی ہے۔

خدارا مجھے کوئی بتاؤ کہ مسلمان بیبیاں آج کل اپنی زینتوں کو چھپانے کا التزام اور اپنے بناؤ سنگھار کی پردہ پوشی کا اہتمام کیا اسی طرح کرتی ہیں جس طرح کہ اسلام نے انھیں حکم دیا ہے کہ جب وہ بایں ہیئت کذائی سر راہ نکلتی ہیں کہ بازو عریاں ننگی گوری گوری پنڈلیاں اور برہنہ بلوریں سینے نمایاں۔ "مقیاس الشباب" کے نمود میں خاص اہتمام، کمر کس کر بدن کے پچھلے حصہ کو نمایاں کرنے کا خاص اہتمام چہرے غازہ اور پوڈر سے پٹے ہوئے، ہونٹ لپ اسٹک کی سرخیوں میں ڈوبے ہوئے آنکھوں میں سرمہ کا دنبالہ! عورت یا آفت کا پرکالہ سر کھلے، بال بکھرے آخر بے حیائی بے شرمی اور بے حجابی کے فنون میں سے وہ کون سا فن ہے جو اس نام نہاد شریف زادی نے دنیا کی دوسری عورتوں کے لیے چھوڑ رکھا ہو اور شرم و حیا، غیرت و حمیت اور وقار و تمکنت میں سے وہ کون سی اخلاقی دولت ہے جسے اس نے اپنی ذات کے لیے محفوظ رکھ لیا ہو۔ لوگو ذرا خدا لگتی کہنا! آج تم میں

بس ہو جاتا کہ ان چور نگاہوں کے تیروں سے تو محفوظ رہ سکے۔

وہ عورت شریف، عفیفہ اور پاک دامن کبھی نہیں ہو سکتی جو زبان سے تو یہ کہتی رہتی ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کے معاملے میں محتاط ہے مگر عملاً وہ کھلے بندوں اپنی بے حجابی کی صورت میں کتوں اور مکھیوں کے ہجوم میں گوشت کے لوتھڑے سر راہ لیے پھرتی ہے اور ہر بوالہوس مرد کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ حقیقت میں شریف اور پاک دامن عورت تو وہ ہے جو اپنے جسم کے کسی نمایاں حصہ پر بھی کسی نگاہ بد کو پڑنے کا موقع نہ دے اور کسی چشم گنہگار کے لیے یہ گنجائش ہی پیدا نہ ہونے دے کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو اور طہارت و عفت کا دامن نظارہ بازی سے ملگجی اور داغ دار ہو جائے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

بلاشبہ عفت و پاک دامنی کے بھی اسی طرح مدارج و مراتب ہیں جس طرح بدکاری عصمت فروشی اور بے حیائی و رسوائی کے منازل اور بے آبروئی اور فحش کاری کے درجات ہیں۔

فاحشہ عورتوں کی ایک قسم تو وہ ہے جن کے عریاں جسموں سے مرد کھیلتے ہیں، فاحشہ عورتوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے جسم عریاں سے مردوں کی نگاہوں میں کھیلتی ہیں اور جن کے نیم برہنہ بدن سے مردوں کی آنکھیں مزے لوٹتی ہیں۔ پاک دامن عفیفہ عورت تو وہ ہے جسے اس کی شرم و حیا گھورنے والی نگاہوں سے کوسوں دور رکھے۔ جب کوئی بری نگاہ بے باکانہ اس عفیفہ پر پڑتی ہے تو اس کے احساس عفت کو انتہائی اذیت پہنچتی ہے۔ وہ تلملا اٹھتی ہے اور سخت پریشان ہو جاتی ہے۔ اس پر انتہائی الم و کرب طاری ہو جاتا ہے۔ وہ بڑی سراسیمگی اور انتہائی بے چینی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور وہ غیر ارادی اور اضطراری طور پر اپنے دوپٹے کے آنچل سے آپ کو پوری طرح ڈھانک لیتی ہے۔ اور وہ شرافت و عزت کی چادر اور شرم و حیا کی ردا میں اپنے آپ کو چھپا لیتی ہے۔ وہ اس تصور سے بھی کانپ جاتی ہے کہ اس کی زینت و زیبائش کسی بوالہوس کی نگاہ حرص و آز کی آماجگاہ بنے۔ وہ اس سے سخت احتراز کرتی ہے کہ اس کا حسن و جمال غیر محرموں کی نگاہ و خیال کا ہدف ہو۔ اس کے برخلاف ایک فاحشہ عورت کا نفس نظارہ بازی سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ وہ گھورنے والوں کی نگاہوں سے اور لطف حاصل کرتی ہے۔ بلکہ وہ تو غیر محرم مردوں کی لگاوٹ کی باتوں اور عشق و محبت کے اشاروں سے مسرت و انبساط محسوس کرتی ہے اور وہ اس بات کی خواہش مند ہوتی ہے کہ کسی غیر مرد کی باہیں اس کی گردن میں حمائل ہو جائیں۔ غیر مرد کی نگاہیں اس کے گداز جسم سے چھیڑ چھاڑ کریں کریں وہ ان تمام باتوں سے بے حد مسرور اور خوش ہوتی ہے ہاں ایسی ہی عورت ناپاک نفوس کے جذبات اور بری نگاہوں کے لیے "سامان لذت" ہوتی ہے۔ وہ اپنے جسم نیم عریاں کی آرائش و زیبائش میں اور اس کے نمود و نمائش میں مبالغہ سے کام لیتی ہے۔ حسن و جمال کے فروغ میں انتہائی غلو برتتی ہے اور اس طرح بے شرمی و بے حجابی آزادی اور اخلاقی انارکی کی آخری سرحد پر پہنچ جاتی ہے۔ وہ عورت ان پروانوں کی مانند ہوتی ہے جسے آتش گناہ کے شعلے اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ اور وہ اس گناہ کی آگ میں کود پڑتی ہے اور جل بھن کر خاک و سیاہ ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے کیے پر پچھتاتی ہے کہ افسوس صد افسوس! حرص و ہوس میں پھنس کر کتنا بڑا گناہ کر گزری۔ یہی وہ عورت ذات ہے جو متبرجہ کے مکروہ لقب اور قابل نفرت نام سے اسلامی ادب میں پکاری جاتی ہے۔ یہی وہ ہوسناک ہستی ہے جسے شرم و حیا کی چادر اور عزت و ناموس کا پردہ تار تار کرنے والی کہنا چاہیئے۔ اگرچہ وہ اپنی زبان سے تو یہ کہا کرتی ہے کہ

فسق و فجور، اپنے عصیان وطغیان، اپنی گنہگاری و سیہ کاری اور اپنی جہالت و خدا ناشناسی پر اصرار بھی ہو۔ درحقیقت وہی عورت سب سے بڑی جاہلہ ہے اور سب سے بڑی رذیلہ ہے۔ کیونکہ اپنے دین سے جاہل رہنا ہی سب سے بڑی جہالت ہے۔ اپنے رب کا خوف نہ ہونا ہی سب سے بڑی کمینگی اور دنایت ہے اور یہی سب سے بڑی رذالت، سب سے بڑی پستی اور سب سے بڑا زوال و انحاط ہے۔ یہ وہ زوال ہے جو عورت کو انسانیت کے بلند مقام سے گرا کر جانوروں اور بہائم کی پست سطح پر لے آتا ہے۔

عورت کی قدر و قیمت اس کے شاندار، زرق برق پوشاک سے نہیں اس کے بیش قیمت نیم عریاں لباس سے نہیں اور عورت کی خوبصورتی اور اس کا حسن و جمال غازہ اور پوڈر کی مصنوعی صباحت سے نہیں، اس کے لبوں کی مستعار بازاری سرخی سے نہیں، اس کے عارض گلگوں کی عارضی رنگت سے بھی نہیں اور ہاں عورت کی رفعت و منزلت اس کی عشوہ طرازیوں اور اس کی ناز آفرینیوں سے بھی نہیں بلکہ عورت کی اصل قدر و قیمت اور اس کی حقیقی دولت و ثروت تو اس کی عقل و دانش ہے۔ اس کی عزت و شرافت ہے۔ اس کا وقار و تمکنت ہے۔ ترقی وہ نہیں ہے جو مغرب زدہ جاہل، احمق، کندہ ناتراش، وضع مغرب کی اندھی تقلید کرنے والی عورتیں جسے ترقی سمجھتیں اور بتاتی ہیں۔ یعنی نیم عریاں لباس کی نئی نئی وضع، رسوا کن نیم برہنہ پوشاک کی نت نئی تراش و خراش اور جدید ترین وضع و قطع، طرح طرح کے نئے نئے فیشن، عام گزرگاہوں اور شاہراہوں میں آوارہ گھومنا پھرنا، نمائش گاہوں کی بے پردہ سیر کرنا، حیا سوز مخلوط مجلسوں میں بے باکانہ شریک ہونا ترقی نہیں ہے۔ اے خواتین اسلام! ہرگز ترقی نہیں ہے۔ بلکہ اصل ترقی تو علم و ادب میں ترقی کرنا ہے، تہذیب و اخلاق اور تمیز و شائستگی میں سبقت لے جانا ہے، علم و حکمت میں پیش قدمی کرنا ہے۔ کیونکہ عقل و خرد کو غذا بخشنے والی چیز حقیقت میں یہی علم و حکمت ہے، یہی جوہر ایمان ہے جو قلب کو پاکیزگی بخشتا ہے۔ اسی سے قومیں زندہ رہتی ہیں، اسی کی بدولت مرد و عورت دونوں عزت و حرمت اور آزادی و استقلال کا بلند مقام حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی کی بدولت وہ زندگی کے تمام بوجھ اٹھانے کے قابل ہوتے اور ہر قسم کی قوت و توانائی حاصل کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

اقبل علی النفس واستکمل خصائلھا
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

(تو قلب و روح کی جانب توجہ کر اور ان کے خصائل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کیوں کہ حقیقت میں تو دل و جان کی بنا پر انسان ہے نہ کہ تن بدن کی بنا پر)۔

اور یہ کس قدر حکیمانہ قول ہے۔ ایک سر برہنہ تو البتہ زیب و زینت کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ سر جو علم و حکمت سے معمور ہوتا ہے زیب و زینت کا محتاج ہرگز نہیں۔ کیونکہ عقل و علم اس کی زینت اور زیبائش کا بجائے خود بہت بڑا سامان ہے اور حکمت و دانائی ہی اس کی اعلیٰ آرائش کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ

(تم اپنے بناؤ سنگار کی نمائش پہلے زمانہ جاہلیت کے دستور کی طرح نہ کرتی پھرو!)

یہ آیت نہایت واضح طریقہ پر اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ جہل و نادانی ہی دراصل تبرج و بے حیائی کو دعوت دیتی ہے اور جہل ہی کا لازمی نتیجہ تبرج ہے۔ عورت میں جہل دین کی عدم معرفت جس قدر ہوگا اسی قدر وہ تبرج، بناؤ سنگھار کے اظہار اور حسن و جمال کی نمود و نمائش کی شائق اور دل دادہ ہوگی اور زمانۂ جاہلیت کی مشرکہ عورتوں سے اتنی زیادہ مماثلت رکھے گی۔

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں فاطمہؓ و عائشہؓ کے نقش قدم

قاری عنایت الرحمٰن رحمانی

عشرہ ذی الحجہ

ماہ ذی الحجہ کے شروع کے دس دن اسلام میں خاص دن ہیں۔ احادیث مبارکہ میں ان کو سب سے افضل اور سب سے زیادہ عظمت والے ایام بتایا گیا ہے ان ایام میں عبادت اور ذکر و تلاوت کے خصوصی فضائل ہیں۔ بقرعید کا دن خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے ہاں ان ذی الحجہ کے دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جہاد بھی ان کے برابر نہیں؟ آپ نے فرمایا جہاد بھی ان کے برابر نہیں، مگر وہ شخص جو جان مال لے کر جہاد کے لئے نکلے پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لائے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والا کوئی دن نہیں اور نہ ان دنوں کے عمل سے اور کسی دن کا عمل زیادہ محبوب ہے لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید کثرت سے کیا کرو۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ پسند ہو۔ عشرہ ذی الحجہ میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بقرعید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں کہ میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (ذکر و عبادت کے ذریعہ) پانچ راتیں زندہ رکھیں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی (وہ پانچ راتیں یہ ہیں) آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، بقرعید کی رات، عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات۔ (کذا فی الترغیب)

شب بقرعید کی ناقدری

احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ کی ساری راتیں بڑی فضیلت والی ہیں پھر ان میں آٹھویں نویں اور دسویں تاریخ کی راتیں اور بھی اہم ہیں پھر ان میں بھی بقرعید کی شب جو عشرہ ذی الحجہ کی آخری شب ہے

اور بھی اہم رات ہے مگر افسوس کہ ہم نے ان سب برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک شب کو لغویات، فضول باتوں، لایعنی کاموں اور طرح طرح کے گناہوں میں گزار دیتے ہیں۔

کچھ لوگ تو اس مبارک رات میں شطرنج اور چوسر وغیرہ مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر یہ رات گزار دیتے ہیں حالانکہ یہ کھیل حرام ہیں بالفرض کوئی کھیل اگر جائز بھی ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو و لعب کے لیے نہیں، عبادت و طاعت کے لیے ہے، اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہیے جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

بہت سے لوگ ٹی وی پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی بنا پر اس کو دیکھنا جائز نہیں اگرچہ پروگرام مذہبی اور تعلیمی نوعیت کے ہوں اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے لہٰذا اس نامراد چیز سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ اور خریداروں کی کثرت دیکھنے کے لیے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں جب کہ بازار روئے زمین پر حق تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ بدتر اور مبغوض ہیں لہٰذا اس مبارک رات میں بجائے کچھ عبادت کرنے کے بازار میں وقت ضائع کرنا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے بالکل محروم کرنا ہے۔

الغرض رمضان المبارک کے بعد ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اور ان کی راتیں بڑی مبارک ہیں۔ بندۂ مومن جس کی زندگی کا مقصد صرف حق تعالیٰ کی رضا اور حصول جنت ہے اس کے لیے یہ بہت ہی نادر موقع ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے عطا فرمایا ہے ان ایام اور مبارک لیل و نہار کو بے حد غنیمت سمجھا جائے۔ بدعات اور دیگر فضول کاموں سے اجتناب کر کے ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق ان ایام میں زیادہ سے زیادہ عبادت و طاعت، ذکر و تلاوت، تسبیح و مناجات اور توبہ و استغفار کا اہتمام کرنا چاہیے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا اور یہ چیزیں ثواب عظیم ملنے کا ذریعہ بنیں گی، نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہؓ! جاؤ اپنی قربانی پر حاضری دو کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے نیز وہ جانور قیامت کے دن اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اسے ستر گنا بھاری کر کے تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔ حضرت ابو سعیدؓ آپؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یہ فضیلت آل محمدؐ کے لیے بطور خاص ہے اور عام مسلمانوں کے لیے بھی عام ہے۔ (کذا فی الترغیب)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا! یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے آپؐ نے فرمایا کہ ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی انھوں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ اون کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض بھی ایک

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ قرآن میں اکثر مقامات پر یہ آیا ہے کہ خدا تعالیٰ رحمان و رحیم ہے تو پھر آخر کیوں خدا نے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیا یہ بے رحمی نہیں ہے۔

ج: ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملک ہے وہی حقیقی حاکم ہے تمام انسانوں کو اسی کے حکم کے تابع ہو کر زندگی گزارنی چاہیے کیونکہ اس نے ہم پر انعام و اکرام کی بارش کر رکھی ہے اس کے انعامات میں سے غلہ سبزی اور حلال جانور کا گوشت ہے جو انسانی غذا ہے حلال جانور کے ذبح یا قربانی کرنے کا حکم دینا دراصل ہم پر انعام و اکرام ہے اگر وہ اس کی اجازت نہ دیتا تو ہم اپنی اہم ترین غذائیت سے محروم ہو جاتے اس کا یہ حکم ہرگز اس کے رحمان و رحیم ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہر شے کو اس نے ایک مدت خاص کے لیے پیدا کیا ہے جب اس کی وہ مدت خاص پوری ہو جاتی ہے تو اس کو موت کے آغوش میں سلا دیتا ہے کبھی موت کو کسی جاندار پر ذبح و قتل کے ذریعہ طاری کرتا ہے اور کبھی کسی مرض کے ذریعہ اب بہرحال یہ سب اسباب موت ہیں الغرض ایک حقیقی مصور کی یہ مختلف تصاویر ہیں وہ اپنی بنائی ہوئی تصویر کو جس طرح چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا کسی کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کو چاک کر دے کیا یہ مصور کی بے رحمی کہی جائے گی، اگر وہ ابتدا ہی سے نہ تصویر کشی کرتا تو یہ اس کا ظلم ہوتا یا بے رحمی ہوتی؛ اس کے بعد کا یہ عمل بھی بے رحمی نہیں کہا جا سکتا ہے

س: ایک شخص کے پاس اتنی رقم ہے کہ وہ یا تو حج کر سکتا ہے یا اپنی جوان بیٹی کی شادی کر سکتا ہے تو وہ کیا کرے؟

ج: حج کرے اس پر حج کرنا فرض ہے اگر نہیں کیا تو گنہگار ہوگا۔

س: کیا عقیقہ کرنا از روئے شرع واجب ہے؟

ج: نہیں واجب نہیں ہے مسنون ہے اگر استطاعت ہو تو کر دے ورنہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

س: کیا عقیقہ کے گوشت سے ماں باپ دادا دادی کھا سکتے ہیں؟

ج: ماں باپ، دادی دادا سب کھا سکتے ہیں عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ نہیں کھا سکتے ہیں۔

س: کیا نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا مانگنی جائز ہے؟

ج: نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے۔

س: موذن کا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا پھر بسم اللہ پڑھنا پھر اذان پوری ہونے پر راگ کے ساتھ سلام پڑھنا کہاں تک درست ہے؟

ج: یہ مروجہ طریقہ شرعاً بے اصل اور بدعت ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے۔

س: کیا شرعاً یوم عاشورہ میں کوئی اور نماز با جماعت پڑھنے کا حکم ہے اگر ہے تو کتنی رکعت؟

ج: یوم عاشورہ میں نماز پنجگانہ کے علاوہ کوئی نماز با جماعت پڑھنے کا حکم شرعاً نہیں دیا گیا ہے۔

उत्तर प्रदेश में विकास को उन्मुख अम्बेडकर ग्राम

पी०वी० नरसिंह राव
प्रधानमंत्री

मोतीलाल वोरा
राज्यपाल, उ०प्र०

पिछले पांच वर्षों की तुलना में इस वर्ष विशेष उपलब्धियाँ

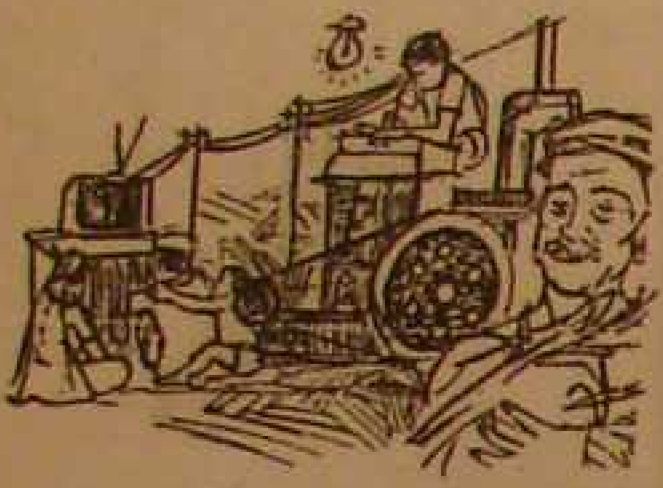

अम्बेडकर ग्रामों में ग्रामीण विद्युतीकरण कार्यक्रम के अंतर्गत अब तक के कुल 2353 ग्रामों में से 921 ग्राम इसी वर्ष संतृप्त किये गये। चालू वित्तीय वर्ष में दिसम्बर माह तक 921 अम्बेडकर ग्रामों का विद्युतीकरण।

अम्बेडकर ग्रामों में एकीकृत ग्राम विकास कार्यक्रम के अन्तर्गत इस वर्ष 490 के मुकाबले 880 ग्रामों को संतृप्त किया गया।

अम्बेडकर ग्रामों में हैण्डपम्पों की स्थापना कार्यक्रम के तहत पिछले पांच वर्षों में संतृप्त 2529 ग्रामों के सापेक्ष इस वर्ष 2714 ग्रामों को संतृप्त किया गया। इस वित्तीय वर्ष में दिसम्बर, 1995 तक 2714 हैण्डपम्प लगाये गये।

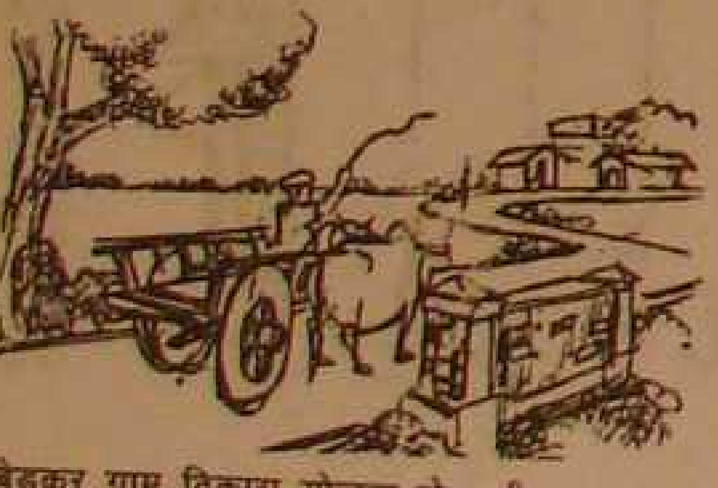

अम्बेडकर ग्राम विकास योजना के अधीन कुल 1517 ग्रामों में से 553 ग्रामों को संपर्क मार्ग निर्माण योजना के अन्तर्गत केवल इसी वित्तीय वर्ष में संतृप्त किया गया। इस वित्तीय वर्ष के दिसम्बर माह तक अम्बेडकर ग्रामों में 1406.75 कि०मी० सम्पर्क मार्ग का निर्माण किया गया।

अम्बेडकर ग्रामों में संतृप्त कुल 1166 में से 537 ग्राम इसी वर्ष विधवा पेंशन योजना के अन्तर्गत संतृप्त। इस योजना के अन्तर्गत इस वर्ष 389.41 लाख रुपये की तुलना में 1028.85 लाख रुपये उपलब्ध कराये गये। चालू वित्तीय वर्ष में दिसम्बर, 1995 तक 15593 विधवायें इस योजना से लाभान्वित।

अम्बेडकर ग्रामों में निःशुल्क बोरिंग योजना के अन्तर्गत पिछले पांच वर्षों के कुल 2891 में से 1363 ग्राम इसी वित्तीय वर्ष में संतृप्त किये गये। इस योजना के लिये शासन ने इस वर्ष लक्ष्य के रु० 866.45 लाख की तुलना में 1007.62 लाख रुपये उपलब्ध कराये, फलस्वरूप दिसम्बर, 1995 तक 12321 निःशुल्क बोरिंग सम्पन्न।

स्वच्छ शौचालयों के निर्माण कार्यक्रम के अन्तर्गत 379 की तुलना में 2308 अम्बेडकर ग्रामों को संतृप्त किया गया। चालू वित्तीय वर्ष में दिसम्बर माह तक कुल 46047 स्वच्छ शौचालयों का निर्माण।

इन्दिरा/निर्बल वर्ग आवास निर्माण कार्यक्रम के अधीन 536 के मुकाबले 1257 ग्रामों को इस वर्ष संतृप्त किया गया। चालू वित्तीय वर्ष के दिसम्बर माह तक इस योजना के अन्तर्गत 47926 इन्दिरा/निर्बल वर्ग आवासों का निर्माण अम्बेडकर ग्रामों में सम्पन्न।

किसान पेंशन योजना के अधीन 216 की तुलना में 648 अम्बेडकर ग्रामों को संतृप्त किया गया। इस वर्ष इस योजना के लिये शासन द्वारा निर्धारित 432.91 लाख रुपये के लक्ष्य की तुलना में 787.25 लाख रुपये उपलब्ध कराये गये। चालू वित्तीय वर्ष के दिसम्बर, 1995 तक 18904 किसान इस योजना से लाभान्वित।

सूचना एवं जनसम्पर्क विभाग, उ०प्र०